اَلْبِدْعَةُ

عِنْدَ الأَئِمَّةِ وَالْمُحَدِّثِيْن

﴿بدعت ائمہ و محدّثین کی نظر میں﴾

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اَلْبِدْعَةُ عِنْدَ الأئِمَّةِ وَالْمُحَدِّثِيْن
تصنیف	:	ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	محمد افضل قادری
معاون	:	شہزاد منظور بغدادی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ www.Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعتِ اوّل	:	اپریل 2005ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	-/90 روپے

❁❁❁

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو / ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریکِ منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

بسم الله الرحمن الرحيم

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اٰیَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ

قَدِیْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ

﴿صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ﴾

فہرس

نمبر شمار	المحتویات		صفحہ
۞	پیش لفظ		۸
۞	ابتدائیہ		۹
۱	امام محمد بن ادریس بن عباس الشافعیؒ	(۲۰۴ھ)	۱۷
۲	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ	(۳۸۰ھ)	۲۰
۳	امام علی بن احمد ابن حزم الاندلسیؒ	(۴۵۶ھ)	۲۲
۴	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ	(۴۵۸ھ)	۲۴
۵	امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالیؒ	(۵۰۵ھ)	۲۵
۶	امام مبارک بن محمد ابن اثیر الجزریؒ	(۶۰۶ھ)	۲۶
۷	امام عزالدین بن عبد السلام الشافعیؒ	(۶۶۰ھ)	۲۹
۸	امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النوویؒ	(۶۷۶ھ)	۳۲
۹	امام شہاب الدین احمد القرافی المالکی	(۶۸۴ھ)	۳۷
۱۰	علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقیؒ	(۷۱۱ھ)	۴۲
۱۱	علامہ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ	(۷۲۸ھ)	۴۵

نمبر شمار	المحتویات	صفحہ
۱۲	امام حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیرؒ (۷۷۴ھ)	۴۶
۱۳	امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبیؒ (۷۹۰ھ)	۴۷
۱۴	امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشیؒ (۷۹۴ھ)	۵۲
۱۵	امام عبد الرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب الحنبلیؒ (۷۹۵ھ)	۵۲
۱۶	علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانیؒ (۷۹۶ھ)	۵۷
۱۷	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی المالکیؒ (۸۲۸ھ)	۵۹
۱۸	امام ابو الفضل احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ)	۶۱
۱۹	امام ابو محمد بدر الدین محمود العینیؒ (۸۵۵ھ)	۶۲
۲۰	امام محمد بن عبد الرحمٰن شمس الدین محمود السخاویؒ (۹۰۲ھ)	۶۲
۲۱	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر السیوطیؒ (۹۱۱ھ)	۶۳
۲۲	امام ابو العباس احمد بن محمد شہاب الدین القسطلانیؒ (۹۲۳ھ)	۶۶
۲۳	امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف صالحی الشامیؒ (۹۴۲ھ)	۶۸
۲۴	امام عبد الوہاب بن احمد علی الشعرانیؒ (۹۷۳ھ)	۶۸
۲۵	امام احمد شہاب الدین ابن الحجر المکی الہیتمیؒ (۹۷۴ھ)	۷۰
۲۶	الشیخ محمد شمس الدین الشربینی الخطیبؒ (۹۷۷ھ)	۷۱
۲۷	امام ملا علی بن سلطان محمد القاریؒ (۱۰۱۴ھ)	۷۳
۲۸	الشیخ عبد الحمید الشروانیؒ (ھ)	۷۶
۲۹	امام عبد الرؤف زین الدین المناوی الشافعیؒ (۱۰۳۱ھ)	۷۷

نمبر شمار	المحتویات		صفحہ
۳۰	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	(۱۰۵۲ھ)	۷۸
۳۱	علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفیؒ	(۱۰۸۸ھ)	۸۰
۳۲	امام ابوعبداللہ محمد عبدالباقی الزرقانی المالکیؒ	(۱۱۲۲ھ)	۸۰
۳۳	علامہ مرتضیٰ حسینی الزبیدی الحنفیؒ	(۱۲۰۵ھ)	۸۱
۳۴	علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامیؒ	(۱۲۵۲ھ)	۸۴
۳۵	شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ	(۱۲۵۵ھ)	۸۵
۳۶	علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسیؒ	(۱۲۷۰ھ)	۸۵
۳۷	مولانا احمد علی سہارنپوری	(۱۲۹۷ھ)	۸۷
۳۸	نواب صدیق حسن خان بھوپالی	(۱۳۰۷ھ)	۸۹
۳۹	مولانا وحیدالزمان	(۱۳۲۷ھ)	۹۰
۴۰	مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری	(۱۳۵۳ھ)	۹۱
۴۱	مولانا شبیر احمد عثمانی	(۱۳۶۹ھ)	۹۳
۴۲	مولانا محمد زکریا کاندھلوی	(۱۴۰۲ھ)	۹۴
۴۳	الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز	(۱۴۲۱ھ)	۹۵
۴۴	الشیخ محمد بن علوی المالکی المکیؒ	(۱۴۲۵ھ)	۹۸
❁	مآخذ و مراجع		۱۱۱

پیشِ لفظ

زیرِ نظر کتاب عصرِ حاضر کے عظیم مفکر، شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری قدس سرہ العزیز کے صرف ایک لیکچر ''البدعۃ عند الائمۃ والمحدثین'' کی مختصر و مرتبہ صورت ہے جو انہوں نے دی منہاج یونیورسٹی (TMU) کے اساتذہ اور طلباء کے سامنے ارشاد فرمایا۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتھم العالیہ نے اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر تصورِ بدعت کی مختلف جہتوں پر سلسلہ وار علمی و فکری اور تحقیقی لیکچرز بھی ارشاد فرمائے جو آپ کے تبحرِ علمی، بلند فکری اور اجتہادی بصیرت کا بیّن ثبوت ہیں۔ یہ تمام لیکچرز ترتیب وتسوید اور تحقیق و تدوین کے مراحل میں ہیں جو عنقریب ''کتاب البدعۃ'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب کی شکل میں اربابِ ذوق کے ہاتھ میں ہونگے۔

تصورِ بدعت پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا جواب شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے کتاب وسنت، آثارِ صحابہ اور اقوالِ ائمہ ومحدثین کی روشنی میں ایسے محققانہ اور مجتہدانہ انداز میں دیا ہے کہ طویل مدت سے تصورِ بدعت پر پڑی ہوئی ابہام وتشکیک کی گرد ہمیشہ کے لئے چھٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔

آپ نے ثابت کیا ہے کہ ہر بدعت یا نیا کام محض ''نیا'' ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام نہیں ہوتا بلکہ بے شمار نئے کام مبنی بر خیر اور تابع سنت ہونے کی وجہ سے جائز اور مباح ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ اعتراض کہ بدعت کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم درست نہیں محض جہالت، کم فہمی اور تعلیماتِ اسلامی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں دین کا حقیقی فہم عطا فرمائے اور اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اُمتِ مسلمہ کو اتحاد و یکجہتی کی دولت سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد افضل قادری

﴿سینئر ریسرچ سکالر﴾

فرید ملت اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ

16-04-05

ابتدائیہ

تصور بدعت کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اس کتاب میں ائمہ و محدثین کے نزدیک بدعت کی تقسیم بیان کی گئی ہے۔ اکابر ائمہ اسلام نے کتاب وسنت اور آثار صحابہ کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی بلکہ صرف وہ بدعت ناجائز ہوتی ہے جس کی کوئی اصل، مثال یا نظیر کتاب و سنت میں موجود نہ ہو اور وہ شریعت کے کسی حکم کے واضح طور پر مخالف اور متضاد ہو۔ لیکن اس کے برعکس جو نیا کام احکام شریعت کے خلاف نہ ہو بلکہ ایسے امور میں داخل ہو جو اصلاً حسنات و خیرات اور صالحات کے زمرے میں آتے ہیں تو ایسے جملہ نئے کام محض لغوی اعتبار سے ''بدعت'' کہلائیں گے کیونکہ 'بدعت' کا لغوی معنی ہی ''نیا کام'' ہے ورنہ وہ شرعاً نہ تو بدعت ہوں گے اور نہ ہی مذموم اور نہ باعث ضلالت ہوں گے وہ مبنی بر خیر ''امور حسنہ'' تصور ہوں گے۔

تصور بدعت کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ بعض اوقات ایک کام محض لغوی اعتبار سے بدعت ہوتا ہے شرعی اعتبار سے نہیں بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے بدعتِ لغوی کو ہی بدعتِ شرعی سمجھ کر حرام کہنے لگتے ہیں۔ لفظِ بدعت، چونکہ بَدَعَ سے ہے جس کے معنی ''نیا کام'' کے ہیں۔ اسلئے لغوی اعتبار سے ہر نئے کام کو خواہ اچھا ہو یا برا، صالح ہو یا فاسد، مقبول ہو یا نامقبول بدعت کہہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے بدعت کی ایک اصولی تقسیم یہ کی ہے کہ اسے بنیادی طور پر بدعت لغوی اور بدعتِ شرعی، دو اقسام میں منقسم کیا ہے اور بدعت کو بلا امتیاز و بلا تفریق صرف ایک ہی اکائی سمجھ کر ہر نئے کام کو جو عہدِ رسالتِ مآب ﷺ یا عہدِ صحابہ کے بعد ایجاد ہوا یا رواج پذیر ہوا، مذموم، حرام اور باعث ضلالت قرار نہیں دیا۔ بلکہ کسی نئے کام کو ''بدعۃِ لغویہ''

کے زمرے میں لکھا ہے اور کسی کو "بدعۃِ شرعیۃ" کے زمرے میں اور صرف بدعتِ شرعیہ کو ہی بدعتِ ضلالت قرار دیا ہے جبکہ بدعتِ لغویہ کو بالعموم بدعتِ حسنہ تصور کیا ہے۔

اس تقسیم کو صراحۃً بیان کرنے والوں میں منجملہ کثیر ائمہ دین اور علماء اعلام کے ابن تیمیہ، ابن کثیر، ابن رجب حنبلی، علامہ شوکانی اور علامہ بھوپالی سے لیکر شیخ عبد العزیز بن باز تک ایک خاص نقطۂ نظر رکھنے والے علماء بھی شامل ہیں۔ یہی تمام تفصیلات زیرِ نظر کتابچہ میں درج کی گئی ہیں۔ لہٰذا کسی بھی نئے عمل کی حلت وحرمت کو جانچنے کے لئے اسے دلیلِ شرعی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اگر وہ عمل موافقِ دلیل ہو تو "بدعتِ حسنہ" کہلائے گا اور اگر مخالفِ دلیل ہو تو "بدعتِ سیئہ" یا "بدعتِ مذمومہ"۔

مختصراً یہ کہ بدعت کے دراصل دو اطلاقات ہیں: ایک شرعی اور دوسرا لغوی۔ شرعی اطلاق میں بدعت "محدثات الأمور" کو شامل ہے اور یہی "بدعتِ سیئہ" ہے۔ سو اس معنی میں "کل بدعة ضلالة" درست ہے، کیونکہ اس کا معنی و مراد ہی "کل بدعةٍ سیئةٍ ضلالة" ہے۔ لیکن لغوی اطلاق میں بدعت کی تقسیم ہوگی۔ اگر وہ مخالفِ دلیلِ شرعی یا منافی و ناسخِ سنت ہو تو خود بخود "بدعت شرعی" ہو جائے گی اور وہی "بدعتِ سیئہ" "بدعتِ مذمومہ" یا "بدعتِ ضلالۃ" ہوگی اگر مخالفِ شریعت نہ ہو اور نہ ہی ناسخِ سنت ہو تو وہ مباح اور جائز ہوگی۔ پھر اس کی اہمیت وضرورت اور افادیت ومصلحت کے اعتبار سے اس کی مزید درجہ بندی ہوگی، سو یا وہ فقط بدعتِ مباحہ ہوگی، یا بدعتِ مندوبہ (مستحبۃ) ہوگی یا بدعتِ واجبہ یعنی صورۃً وھیئۃً تو وہ کوئی نیا کام ہوگا مگر اصلاً و دلالۃً وہ امرِ خیر اور امرِ صالح ہوگا جسے شریعتِ اسلامیہ کے عمومی دلائل واحکام کی اصولی تائید میسّر ہوگی۔ اسی لئے تمام ائمہ و محدثین اور فقہاء و محققین نے ہر زمانے میں بدعت کی یہ تقسیم بیان کی ہے۔

اگر ہر نیا کام جو عہدِ رسالت مآب اور عہدِ صحابہ میں متداول اور معمول بہ نہ تھا محض اپنے نئے ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار پائے تو تعلیماتِ دین اور فقہ اسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آجائے گا اور اجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، استصحاب، استدلال اور استنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی

علوم وفنون مثلاً اُصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، فقہ و اُصولِ فقہ، ان کی تدوین، اور ان کو سمجھنے کے لئے صرف ونحو، بلاغت و معانی، منطق و فلسفہ اور دیگر معاشرتی و معاشی جملہ علوم خادمہ جو فہمِ دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا بھی حرام قرار پائے گا کیونکہ یہ سب علوم وفنون اپنی موجودہ شکل میں نہ عہدِ رسالت میں موجود تھے نہ ہی عہدِ صحابہ کرام میں، انہیں تو بعد میں ضرورت کے پیشِ نظر وضع اور مرتب کیا گیا۔ یہ تمام علوم وفنون اپنی ہیئت، اصول، اصطلاحات، تعریفات اور قواعد وضوابط کے اعتبار سے نئے ہیں اس لئے بلا شک وشبہ بدعتِ لغوی کے زمرے میں آتے ہیں۔

اگر ہر نیا کام بدعتِ شرعی اور ضلالت و گمراہی قرار پائے تو دینی مدارس کی مروجہ تعلیم و تدریس اور نصابات کا بیشتر حصہ بھی گمراہی قرار پائے گا کیونکہ موجودہ درسِ نظامی کے نصابات کے مطابق درس و تدریس نہ تو حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھی اور نہ ہی اس طرح کسی صحابی نے تعلیم حاصل کی تھی ان کا طریقہ نہایت سادہ تھا فقط قرآن و حدیث کا سماع و روایت، بلکہ قرآن حکیم کی موجودہ شکل میں طباعت و زیبائش سے لیکر حرم کعبہ اور مساجد کی پختہ تعمیر اور تزئین و آرائش تک بہت سے معاملات کا جواز بھی مجروح اور ساقط ہو جائے گا۔

اسی طرح یہ امر بھی نہایت اہم ہے کہ اگر کسی مسئلہ کا کوئی حل قرآن مجید اور سنّت نبوی ﷺ دونوں سے نہ ملے تو ''اجتہاد'' کرنا، یہ حکم نبوی ﷺ ہے اور یہ حکم از خود نئے کام کو جو قرآن و سنّت میں نہ تھا محض خیر اور دینی ضرورت و مصلحت کی بنا پر نہ صرف جواز فراہم کر رہا ہے بلکہ خود اس عملِ اجتہاد کو بھی سنّت بنا رہا ہے۔ اس حقیقت پر حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شاہد عادل ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجتے وقت حضور نبی اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا:

كيف تقضي إذا عرض لك قضاء قال: أقضي بكتاب الله قال: فإن لم تجده في كتاب الله قال: أقضي بسنة رسول الله ﷺ قال: فإن لم تجده في سنة رسول الله ﷺ قال: أجتهد برأي لا آلو قال: فضرب بيده في صدري و قال: الحمد لله الذي وفق رسول

رسول الله ﷺ لما يرضي رسول الله ﷺ.

() ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الأحکام، باب ما جاء فی القاضی، ۳: ۶۱۶، رقم: ۱۳۲۷
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۱۱۴، رقم: ۲۰۳۳۹

''(اے معاذ) جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ پیش کیا جائے گا تو آپ کس طرح اس کا فیصلہ کریں گے؟ تو انہوں نے عرض کیا: میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو اس معاملے کو کتاب اللہ میں نہ پائے تو اس پر حضرت معاذ ؓ نے جواب دیا کہ پھر میں سنت رسول کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اگر تو اس معاملے کا حل سنت رسول ﷺ میں بھی نہ پائے تو انہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ حضرت معاذ ؓ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اپنا دستِ شفقت میرے سینے پر مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے اپنے رسول ﷺ کے نمائندہ کو ایسی توفیق بخشی جو اس کے رسول ﷺ کی رضا کا سبب ہے۔''

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضرت معاذ ؓ کے الفاظ ''أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي'' اور اس پر حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان'' الحمد لله الّذی وفّق رسول رسول الله لما یرضی رسول الله ﷺ'' سے ثابت ہوتا ہے کہ جو امر قرآن وسنت میں نہ ہو بلکہ اجتہاد اور رائے محمود کی بنیاد پر طے کیا جائے تو یہ نہ صرف مستحسن ہے بلکہ بارگہِ رسالت ﷺ کا منظور شدہ طریق ہے۔ یہی اصول ''بدعت حسنہ'' میں کارفرما ہے جو اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔

اس سے یہ اصول وضع ہوتا ہے کہ اگر نفس الامر اور اس کا حل خود قرآن وسنت سے ثابت نہیں تو اس کے حل کا طریق جو مبنی بر ''رائے واجتہاد'' ہے وہ تو سنت سے ثابت ہے۔ لہٰذا ''نفس الامر اور اس کا حل'' نیا ہونے کی بنا پر تو ''بدعت'' ہوئے مگر اس حل کا طریق مشروع ہے اس لئے تابع سنت ہوا۔ سو ''نئے پن'' نے اس عمل کو بدعتِ لغوی بنایا تھا اور طریق کی مشروعیت نے اسے بدعت حسنہ بنا دیا۔ یہی وہ دائمی اصول ہے جو دین

اسلام کی تعلیمات کو زمانوں اور معاشروں کے بدلتے ہوئے حالات اور زندگی کے نئے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ابدالاباد تک تحرک اور تسلسل دیتا ہے، اسی اصول کے باعث اسلامی نظام حیات میں جمود پیدا نہیں ہونے پاتا۔ یہی اصول اسلامی احکام کی دائمی اور متحرک عملیت اور لا یزال مطابقیت برقرار رکھتا ہے جس سے اس نظام کی تازگی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔

اسی وجہ سے جب کوئی مجتہد حاکم خلوص نیت کے ساتھ کوئی حکم استنباط کرتا ہے اور وہ حکم درست ہوتا ہے تو اسے اللہ کی طرف سے دو اَجر ملتے ہیں اور اگر وہ حکم درست نہ ہو بلکہ غلط ہو تو بھی اس مجتہد کو اپنے اجتہاد پر ایک اجر ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَ إِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَهُ اَجْرٌ.

() بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام، باب اجر الحاکم إذا اجتهد، ۶: ۲۶۷۶، رقم: ۶۹۱۹

’’جب کوئی حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کردے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو بھی اس کے لئے ایک اجر ہے۔‘‘

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر حوصلہ افزائی کیوں؟ کہ غلطی اور خطا پر بھی ’’اجر‘‘ ملے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر مجتہدین و محققین نظام الاحکام کو صرف عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کے قضایا اور نظائر تک محدود رکھتے اور نئے اقدامات کو بدعت سمجھ کر چھوڑ دیتے تو قدیم اور جدید میں فاصلے برقرار رہتے۔ نتیجۃً اس فاصلے کے باعث اسلامی طرزِ زندگی میں جمود آ سکتا تھا، چونکہ مجتہد نئے فیصلوں کے ذریعے امکانِ جمود کو ختم کرتا ہے، احکامِ شریعت کے تحرک و تسلسل کے برقرار رہنے کا باعث بنتا ہے۔ سو اخلاص اور نیک نیتی پر مبنی اس کی اس جرأت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ فیصلہ صاف ظاہر ہے ایک ’’نیا قدم‘‘ ہی ہوگا۔ اگر نصوصِ قرآن و سنت یا عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ سے ثابت ہوتا تو اجتہاد نہ کہلاتا بلکہ وہ حکم منصوص ہی ہوتا۔ چونکہ وہ اساسی مصادر سے یا زمانہ تشکیلِ سنّت سے

ثابت نہیں ہے اس لئے لغۃً بدعت ہے، طریقۃً اجتہاد ہے، ضرورۃً مصلحت ہے اور حکماً ''حسنہ'' ہے۔ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ یہی ''اجتہادِ ماجور'' ہے اور یہ حکم رسول ﷺ ہے۔ اور اصلاً سنّتِ نبوی ﷺ کے تابع ہے۔

بدعت کے اس تصور اور تقسیم کی بنیاد بھی خود حضور نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمائی ہے۔ جو اس حدیث ﷺ سے صاف ظاہر ہے۔

من سن في الاسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء ومن سن في الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء۔

() ا۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ۱۰۱۷

''جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور ان عاملین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتدا کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عاملین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اگر کچھ تعمق اور تفکر سے کام لیا جائے تو یہ واضح ہو جائیگا کہ یہاں لفظ ''سنّت'' سے مراد سنّتِ شرعی نہیں ہے بلکہ یہ سنّتِ لغوی ہے۔

گویا لفظ بدعت کی طرح لفظ سنّت کا استعمال دو طرح پر ہے۔ اگر ''من سنّ فی الاسلام سنّۃً'' سے مراد یہاں پر شرعی معنی میں سنّتِ رسول ﷺ یا سنّتِ صحابہ ہوتی تو اسے ''سنة حسنة'' اور ''سنة سيئة'' میں ہرگز تقسیم نہ کیا جاتا۔ کیونکہ سنّتِ رسول ﷺ تو ہمیشہ ''حسنہ'' ہی ہوتی ہے۔ اس کے سیئہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں پر حضور ﷺ نے لفظ تو ''سنّت'' کا استعمال فرمایا ہے مگر اس کے اطلاق میں حسنہ اور سیئہ دو اقسام بیان کی ہیں اور ایک پر اجر اور دوسری قسم پر گناہ مترتب فرمایا گیا ہے۔ سو معلوم ہوا یہاں پر ''سنّت'' کی تقسیم تو حسنہ اور سیئہ میں صراحتاً کر دی گئی ہے۔ اس سے انکار کی

بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اب اس کی وجہ تلاش کرنا ہوگی۔ تو سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ یہاں لفظ سنّت اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ شرعی معنی میں۔ اور اس سے مراد کوئی ''نیا راستہ'' نکالنا ہے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ جب لفظِ سنّت بھی، لغوی اور شرعی تقسیم کے ساتھ خود حسنہ اور سیئہ کی دو قسموں پر حدیث سے ثابت ہوگیا تو لفظِ بدعت کو اسی اصول پر حسنہ اور سیئہ کی دو اقسام پر تسلیم کرنے میں کون سا امر مانع رہ گیا۔ سوائے ضد، ہٹ دھرمی یا جہالت اور لاعلمی کے۔ پھر اس اصول کی تصریح سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے اپنے مبارک ارشاد سے فرمادی ہے جسے امام بخاری نے ''الجامع الصحیح'' میں روایت کیا ہے۔

خرجت مع عمر بن الخطاب ﷺ ليلة في رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه و يصلي الرجل فيصلي بصلاته الرهط، فقال عمر: إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب ثم خرجت معه ليلة أخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم، قال عمر: نعم البدعة هذه والتي ينامون عنها أفضل من التي يقومون يريد آخر الليل و كان الناس يقومون أوّله۔(١)

(١) ا۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۷۰۷، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ۱۹۰۶

''میں حضرت عمر ﷺ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کردیا جائے تو اچھا ہوگا، پس آپ نے حضرت ابی بن کعب ﷺ کے پیچھے سب کو جمع کردیا۔ پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے اس سے بہتر وہ حصہ ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں مراد رات کا آخری حصہ تھا جبکہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔''

آپ نے غور فرمایا کہ سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے نماز تراویح کے بعد باجماعت

اہتمام کو ''بدعت'' بھی کہا اور ''نعمۃ'' یعنی ''حسنۃ'' بھی کہا۔ وجہ یہی تھی کہ یہ کام اپنی ظاہری حالت اور ہیئت کے حوالے سے نیا تھا۔ جو حضور ﷺ اختیار نہیں فرمایا تھا اس لئے اسے ''بدعۃ'' کہا۔ مگر باعثِ خیر اور مبنی بر مصلحت تھا اس لئے اسے ''نعمۃ یعنی حسنۃ'' قرار دیدیا۔

سو بدعت کی اس تقسیم کی بنیاد بعد کے ائمہ ومحدثین اور علماء وفقہاء اسلام نے ہرگز نہیں رکھی۔ بلکہ انہوں نے ارشادِ نبوی ﷺ اور سنّتِ خلفائے راشدین کی ہی تشریح و توضیح کی ہے۔ اور اسے خاص علمی نظم کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ کئی مدعیانِ علم رائے تصور اور عقیدہ ونظریہ پہلے قائم کر لیتے ہیں اور قرآن وحدیث کا مطالعہ اس کے تابع ہو کر کرتے ہیں اس لئے نفسِ مسئلہ کی صحیح معرفت نصیب نہیں ہوتی۔ اگر اہل علم دامنِ ذہن کو خالی رکھ کر یعنی اسے پہلے سے Engage کئے بغیر پہلی خیرات ہی قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ سے لیں تو تصورات یکسر بدل جائیں گے۔ احقر نے اپنی ''کتاب البدعۃ'' میں اسی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور زیرِ نظر کتابچہ اس پوری بحث کا فقط ایک باب ہے کہ ''البدعۃ'' کی تقسیم کو ائمہ و محدثین نے کس طرح بیان کیا ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو کم از کم مسلمانوں پر ''فتاوائے بدعت'' کی بوچھاڑ کم ہو جائے گی۔ جو یقیناً مسلمانوں کو ایک دوسرے کے قریب ہونے میں مدد دے گی۔

خادم العلم والعلماء

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

(۱) امام محمد بن اِدریس بن عباس الشافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ)

امام بیہقی (المتوفی ۴۵۸ ھ) نے اپنی سند کے ساتھ ''مناقبِ شافعی'' میں روایت کیا ہے کہ امام شافعیؒ بدعت کی تقسیم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ المحدثات من الأمور ضربان: أحدهما ما أحدث مما يخالف كتاباً أوسنة أو اثرًا أو إجماعاً فهذه البدعة ضلالة، و الثانية ما أحدث من الخير لا خلاف فيه لواحد من هذا فهذه محدثة غير مذمومة، قد قال عمر ﷺ في قيام رمضان نعمت البدعة هذه[1] يعني إِنهَا محدثة لم تكن و إِذا كانت ليس فيها ردٌّ لما مضى۔[2]

''محدثات میں دو قسم کے امور شامل ہیں: پہلی قسم میں تو وہ نئے امور ہیں جو قرآن وسنت یا اثرِ صحابہ یا اجماعِ امت کے خلاف ہوں وہ بدعت ضلالہ ہے، اور دوسری قسم میں وہ نئے امور ہیں جن کو بھلائی کے لیے انجام دیا جائے اور کوئی ان میں سے کسی (امرِ شریعت) کی مخالفت نہ کرتا ہو پس یہ امور یعنی نئے

---

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موّطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰

۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱/۲۶۶

۵۔ زرقانی، شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ۱/۳۴۰

(۲) ۱۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱: ۲۰۶

۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۸: ۴۰۸

۳۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۳: ۲۱

کام محدثہ غیر مذمومۃ ہیں۔ اسی لیے حضرت عمر فاروق ﷛ نے رمضان میں تراویح کے قیام کے موقع پر فرمایا تھا کہ ''یہ کتنی اچھی بدعت ہے یعنی یہ ایک ایسا محدثہ ہے جو پہلے نہ تھا اور اگر یہ پہلے ہوتا تو پھر مردود نہ ہوتا۔''

علامہ ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) اپنی کتاب ''جامع العلوم والحکم'' میں تقسیمِ بدعت کے تناظر میں امام شافعی کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

۲۔ وقد روى الحافظ أبو نعيم بإسناد عن إبراهيم ابن الجنيد قال: سمعت الشافعي يقول: البدعة بدعتان: بدعة محمودة و بدعة مذمومة، فما وافق السنة فهو محمود، وما خالف السنة فهو مذموم. واحتجّ بقول عمر ﷛: نعمت البدعة هي.(۱) و مراد الشافعي ﷬ ما ذكرناه من قبل أن أصل البدعة المذمومة ما ليس لها أصل في الشريعة ترجع إليه و هي البدعة في إطلاق الشرع. وأما البدعة المحمودة فما وافق السنة: يعني ما كان لها أصل من السنة ترجع إليه، و إنما هي بدعة لغة لا شرعا لموافقتها السنة. وقد روى عن الشافعي كلام آخر يفسر هذا و أنه قال: المحدثات ضربان: ما أحدث مما يخالف كتابا أو سنة أو أثرا أو إجماعا فهذه البدعة الضلالة، وما أحدث فيه من الخير لا خلاف فيه لواحد من هذا و هذه محدثة غير مذمومة، و كثير من الأمور التي أحدثت ولم يكن قد اختلف العلماء في أنها بدعة حسنة حتى ترجع إلى السنة أم لا. فمنها كتابة الحديث نهى عنه عمر

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء في قيام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰

۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱/۲۶۶

۵۔ زرقانی، شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ۱/۳۴۰

وطائفة من الصحابة و رخص فيها الأكثرون واستدلوا له بأحاديث من السنة. ومنها كتابة تفسير الحديث والقرآن كرهه قوم من العلماء و رخص فيه كثير منهم. وكذلك اختلافهم في كتابة الرأى في الحلال والحرام و نحوه. و في توسعة الكلام في المعاملات و أعمال القلوب التى لم تنقل عن الصحابة والتابعين.(۱)

’’حافظ ابونعیم نے ابراہیم بن جنید کی سند سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ بدعت محمودہ

۲۔ بدعت مذمومۃ

جو بدعت سنت کے مطابق و موافق ہو وہ محمودہ ہے اور جو سنت کے مخالف و متناقض ہو وہ مذموم ہے اور انہوں نے حضرت عمر فاروق ﷺ کے قول (نعمت البدعۃ ھذہ) کو دلیل بنایا ہے اور امام شافعیؒ کی مراد بھی یہی ہے جو ہم نے اس سے پہلے بیان کی ہے بے شک بدعت مذمومہ وہ ہے جس کی کوئی اصل اور دلیل شریعت میں نہ ہو جس کی طرف یہ لوٹتی ہے اور اسی پر بدعت شرعی کا اطلاق ہوتا ہے اور بدعت محمودہ وہ بدعت ہے جو سنت کے موافق ہے یعنی اس کی شریعت میں اصل ہو جس کی طرف یہ لوٹتی ہو اور یہی بدعت لغوی ہے شرعی نہیں ہے اور امام شافعیؒ سے دوسری دلیل اس کی وضاحت پر یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ محدثات کی دو اقسام ہیں پہلی وہ بدعت جو کتاب و سنت، اثر صحابہ اور اجماع اُمت کے خلاف ہو یہ بدعت ضلالہ ہے اور ایسی ایجاد جس میں خیر ہو اور وہ ان چیزوں (یعنی قرآن و سنت، اثر اور اجماع) میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو یہ بدعتِ غیر مذمومہ ہے اور بہت سارے امور ایسے ہیں جو

(۱) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم: ۴۔۲۵۳

ایجاد ہوئے جو کہ پہلے نہ تھے جن میں علماء نے اختلاف کیا کہ کیا یہ بدعت حسنہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ سنت کی طرف لوٹے یا نہ لوٹے اور ان میں سے کتابت حدیث ہے جس سے حضرت عمر فاروق ﷺ اور صحابہ کے ایک گروہ نے منع کیا ہے اور اکثر نے اس کی اجازت دی اور استدلال کے لیے انہوں نے کچھ احادیث سنت سے پیش کی ہیں اور اسی میں سے قرآن اور حدیث کی تفسیر کرنا جس کو قوم کے کچھ علماء نے ناپسند کیا ہے اور ان میں سے کثیر علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔ اور اسی طرح حلال وحرام اور اس جیسے معاملات میں اپنی رائے سے لکھنے میں علماء کا اختلاف ہے اور اسی طرح معاملات اور دل کی باتیں جو کہ صحابہ اور تابعین سے صادر نہ ہوئی ہوں ان کے بارے میں گفتگو کرنے میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔“

(۲) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ (المتوفی ۳۸۰ھ)

معروف مفسرِ قرآن امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی بدعت کی مختلف اقسام بیان کرتے ہوئے اپنی معروف تفسیر ”الجامع لاحکام القرآن“ میں فرماتے ہیں:

۳۔ كل بِدعة صدرت من مخلوق فلا يخلو أن يكون لها أصل في الشرع أولا؛ فإن كان لها أصل كانت واقعة تحت عموم ما ندب الله إليه و حضّ رسوله عليه؛ فهي في حيّز المدح. وإن لم يكن مثاله موجودا كنوع من الجود والسخاء و فعل المعروف؛ فهذا فعله من الأفعال المحمودة، وإن لم يكن الفاعل قد سبق إليه. و يَعْضُدُ هذا قول عمر ﷺ: نعمت البدعة هذه؛ لما كانت من أفعال الخير و داخلة في حيز المدح، وهي وإن كان النبي ﷺ قد صلاها إلا أنه تركها ولم يحافظ عليها، ولا جمع الناس عليها؛ فمحافظة عمر ﷺ، عليها وجمع الناس لها، وندبهم إليها، بدعة لكنها بدعة محمودة ممدوحة. وإن كانت في خلاف ما أمر الله به

ورسوله فهي في حيّز الذم والإنكار؛ قال معناه الخطابي و غيره

قلت: وهو معنى قوله ﷺ في خطبته: "وشَرُّ الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة"(١) يريد مالم يوافق كتابا أو سنة، أو عمل الصحابة رضی اللہ عنہم، وقد بين هذا بقوله: "مَنْ سَنَّ فِي الإسلام سُنَّةً حسنة كان له أجرها و أجر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء ومَن سنّ في الإسلام سُنَّةً سيئة كان عليه وزرُها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء".(٢) وهذا إشارة إلى ما ابتدع من قبيح و حسن.(٣)

''ہر بدعت جو مخلوق سے صادر ہوتی ہے دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتی وہ یہ کہ اس کی اصل شریعت میں ہوتی ہے یا نہیں اگر اس کی اصل شریعت میں ہو تو پھر وہ لازمی طور پر عموم کے تحت واقع ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو پس یہ بدعت مقامِ مدح میں ہوگی اور اگر ان کی مثال پہلے سے موجود نہ ہو جیسے جود و سخاء وغیرہ کی

---

(١) ا۔ ابن ماجہ، السنن، باب اجتناب البدع الجدل، ١/ ١٨، رقم: ٤٦
٢۔ ابن حبان، الصحیح، ١/ ١٨٦، رقم: ١٠
٣۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ٩/ ٩٦، رقم: ٨٥١٨
٤۔ ابویعلی، المسند، ٤/ ٨٥، رقم: ٢١١١
٥۔ دیلمی، المسند الفردوس، ١/ ٣٨٠، رقم: ١٥٢٩

(٢) ا۔ مسلم، الصحیح، ٢: ٧٠٥، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ١٠١٧
٢۔ نسائی، السنن، ٥: ٥٥، ٥٦، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ، رقم: ٢٥٥٤
٣۔ ابن ماجہ، السنن، ١: ٧٤، مقدمۃ، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیءۃ، رقم: ٢٠٣
٤۔ احمد بن حنبل، المسند، ٤: ٣٥٧۔ ٣٥٩
٥۔ ابن حبان، الصحیح، ٨: ١٠١، ١٠٢، رقم: ٣٣٠٨

(٣) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ٢: ٨٧

اقسام اور معروف کام تو ایسے امور کا سرانجام دینا افعال محمودہ میں سے ہے چاہے کسی نے یہ کام پہلے نہ کئے ہوں اور یہ عمل حضرت عمر فاروق ﷜ کے قول: ”نعمت البدعة هذه“ کو تقویت دیتا ہے جو کہ اچھے کاموں میں سے تھی اور وہ محمود کاموں میں داخل ہیں اور وہ یہ ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے نماز تراویح کو پڑھا تھا مگر آپ نے اسے (باجماعت) ترک کر دیا اور اس کی محافظت نہیں فرمائی اور نہ ہی لوگوں کو اس کے لئے جمع کیا پس (بعد میں مصلحت وقت کے تحت) حضرت عمر﷜ نے اس (نماز تراویح) کی محافظت کی اور لوگوں کو اس کے لئے جمع کیا اور انہوں نے لوگوں کو اس کی ترغیب دی تو وہ بدعت ہوئی لیکن بدعت محمودہ اور ممدوحہ ہے اور اگر وہ بدعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو تو وہ مقام ذم میں ہوگی اور یہ معنی خطابی اور دیگر نے بھی کیا ہے تو امام قرطبی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہی معنی آقا علیہ السلام کے خطبہ سے بھی ثابت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”وشر الامور محدثاتها و كل بدعة ضلالة“ اور اس سے مراد وہ کام ہے جو کتاب وسنت اور عمل صحابہ کے موافق نہ ہو اور یہ بات آپ ﷺ کے اس قول سے بھی واضح ہوتی ہے کہ ”جس نے اسلام میں کسی اچھی چیز کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی اسے ملے گا اور ان کے اجر میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوگی اور جس کسی نے اسلام میں کسی بری چیز کی ابتداء کی تو اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہوگا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کی برائی کا وبال بھی اس پر ہوگا اور ان کے وبال میں سے کوئی کمی نہ کی جائے گی“ اور یہ اشارہ اس کی طرف ہے جس نے کسی اچھے یا برے کام کی ابتداء کی۔

(۳) امام علی بن احمد ابن حزم الاندلسیؒ (۴۵۶ھ)

امام ابن حزم اندلسی اپنی کتاب ”الاحکام فی اصول الاحکام“ میں بدعت کی

تعریف اور تقسیم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

۴۔ **والبدعة كل ما قيل أو فعل مما ليس له أصل فيما نسب إليه ﷺ و هو في الدين كل مالم يأت في القرآن ولا عن رسول الله ﷺ إلا أن منها ما يؤجر عليه صاحبه و يعذر بما قصد إليه من الخير و منها ما يؤجر عليه صاحبه و يكون حسنا و هو ما كان أصله الإباحة كما روي عن عمر ﷺ نعمت البدعة هذه[1] و هو ما كان فعل خير جاء النص بعموم استحبابه و إن لم يقرر عمله في النص و منها ما يكون مذموما ولا يعذر صاحبه و هو ما قامت به الحجة على فساده فتمادى عليه القائل به.[2]**

’’بدعت ہر اس قول اور فعل کو کہتے ہیں جس کی دین میں کوئی اصل یا دلیل نہ ہو اور اس کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف کی جائے لہٰذا دین میں ہر وہ بات بدعت ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت پر نہ ہو مگر جس نئے کام کی بنیاد خیر پر ہو تو اس کے کرنے والے کو اس کے ارادۂ خیر کی وجہ سے اجر دیا جاتا ہے اور یہ بدعتِ حسنہ ہوتی ہے اور یہ ایسی بدعت ہے جس کی اصل اباحت ہے۔ جس طرح کہ حضرت عمر فاروق ﷺ کا نعمت البدعۃ ہذہ قول ہے۔ اور یہ وہی اچھا عمل تھا جس کے مستحب ہونے پر نص وارد ہوئی اگرچہ پہلے اس فعل پر صراحتاً نص نہیں تھی اور ان (بدعات) میں سے بعض افعال مذموم ہوتے ہیں لہٰذا اس کے عامل کو معذور نہیں سمجھا جاتا اور یہ ایسا فعل ہوتا ہے جس کے ناجائز ہونے پر دلیل قائم ہوتی ہے اور اس کا قائل اس پر سختی سے عامل ہوتا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰

۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱/۲۶۶

(۲) ابن حزم الاندلسی، الاحکام فی أصول الاحکام، ۱: ۴۷

(۴) إمام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ (۴۵۸ ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی اپنی کتاب ''المدخل الی السنن الکبریٰ'' میں ربیع بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ:

۵۔ **قال الشافعي ﷺ المحدثات من الأمور ضربان: أحدهما ما أحدث مما يخالف كتاباً أوسنة أو اثرًا أو إجماعاً فهذه البدعة ضلالة، و الثانية ما أحدث من الخير لا خلاف فيه لواحد من هذا فهذه محدثة غير مذمومة، قد قال عمر ﷺ في قيام رمضان نعمت البدعة هذه[1] يعني إنّها محدثة لم تكن و إذا كانت ليس فيها ردٌ لما مضى۔[2]**

''محدثات میں دو قسم کے امور شامل ہیں: پہلی قسم میں تو وہ نئے امور ہیں جو قرآن وسنت یا اثر صحابہ یا اجماع امت کے خلاف ہوں وہ بدعت ضلالہ ہے، اور دوسری قسم میں وہ نئے امور ہیں جن کو بھلائی کے لیے انجام دیا جائے اور کوئی ان میں سے کسی (امرِ شریعت) کی مخالفت نہ کرتا ہو پس یہ امور محدثہ غیر مذمومۃ ہیں۔ اسی لیے حضرت عمر فاروق ﷺ نے رمضان میں تراویح کے قیام کے موقع پر فرمایا تھا کہ'' یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔ یعنی یہ ایک ایسا محدثہ یعنی نیا

---

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰
۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱/۲۶۶
۵۔ زرقانی، شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ۱/۳۴۰

(۲) ۱۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبری، ۱: ۲۰۶
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۸: ۴۰۸
۳۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۳: ۲۱

عمل ہے جو پہلے نہ تھا اور اگر یہ پہلے ہوتا تو پھر مردود نہ ہوتا۔''

(۵) إمام ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ)

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالیؒ اپنی کتاب ''إحیاء علوم الدین'' میں بدعت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

۶۔ فليس كل ما أبدع منهيا بل المنهى بدعة تضاد سُنة ثابتة و ترفع أمرا من الشرع مع بقاء علته بل الابداع قد يجب فى بعض الاحوال إذا تغيرت الأسباب وليس فى المائدة إلا رفع الطعام عن الأرض لتيسير الأكل و أمثال ذلک مما لا كراهة فيه. والأربع التى جمعت فى أنها مبدعة ليست متساوية بل الأشنان حسن لما فيه من النظافة فإن الغسل مستحب للنظافة والأشنان أتم فى التنظيف، وكانوا لا يستعملونه لأنه ربما كان لا يعتاد عندهم أو لا يتيسر، أو كانوا مشغولين بأمور أهم من المبالغة فى النظافة فقد كانوا لا يغسلون اليد أيضا، وكانت مناديلهم أخمص أقدامهم وذلک لا يمنع كون الغسل مستحبا. و أما المنخل فالمقصود منه تطييب الطعام وذلک مباح مالم ينته إلى التنعم المفرط. و أما المائدة فتيسير للأكل و هو أيضا مباح مالم ينته إلى الكبر والتعاظم. و أما الشبع فهو أشد هذه الأربعة فإنه يدعو إلى تهييج الشهوات و تحريک الأدواء فى البدن فلتدرک التفرقة بين هذه البدعات.[1]

''ہر بدعت ممنوع نہیں ہوتی بلکہ ممنوع صرف بدعت وہ ہوتی ہے جو سنتِ ثابتہ سے متضاد ہو اور اس سنت کی علت کے ہوتے ہوئے امرِ شریعت کو اٹھادے (مزید برآں) بعض احوال میں جب اسباب متغیر ہوجائیں تو بدعت واجب

(۱) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۲: ۳

ہو جاتی ہے اور بلند دستر خوان میں یہی بات تو ہے کہ کھانے کی آسانی کے لیے کھانے کو زمین سے بلند کیا جاتا ہے اور اس قسم کے کاموں میں کراہت نہیں ہوتی۔ جن چار باتوں کو جمع کیا گیا کہ یہ بدعت ہیں تو یہ سب برابر بھی نہیں ہیں بلکہ اُشنان (ایک بوٹی جو صفائی کے کام آتی ہے) اچھی چیز ہے کیونکہ اس میں نظافت ہے کیونکہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے غسل مستحب ہے اور اُشنان اس نظافت کو مکمل کرتی ہے اور وہ لوگ اس لیے استعمال نہیں کرتے تھے کہ ان کی عادت نہیں تھی یا انہیں حاصل نہیں ہوتی تھی۔ یا وہ نظافت سے زیادہ اہمیت کے کاموں میں مشغول ہوتے تھے بعض اوقات وہ ہاتھ بھی نہیں دھوتے تھے اور ان کے رومال پاؤں کے تلوے ہوتے تھے (یعنی پاؤں کے تلووں سے ہاتھ صاف کر لیتے تھے) اور یہ عمل، دھونے کے استحباب کے خلاف نہیں، چھلنی سے مقصود کھانے کو صاف کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز ہے جب تک حد سے متجاوز عیاشی کی طرف نہ لے جائے۔ اونچے دستر خوان سے چونکہ کھانا کھانے میں آسانی ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی جائز ہے جب تک تکبر اور بڑائی پیدا نہ کرے شکم سیری ان چاروں میں سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اس سے خواہشات ابھرتی ہیں اور بدن میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں تو ان چاروں بدعات میں فرق معلوم ہونا چاہیے۔‘‘

(۶) اِمام مبارک بن محمد ابن اثیر الجزریؒ (المتوفی ۶۰۶ھ)

علامہ ابن اثیر جزری حدیثِ عمر ’’نعمت البدعة هذه‘‘ (بخاری، رقم: ۱۹۰۶) کے تحت بدعت کی اقسام اور ان کا شرعی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۷۔ البدعة بدعتان: بدعة هدًى، و بدعة ضلال، فما كان في خلاف ما أمر الله به و رسوله ﷺ فهو في حيز الذّم والإنكار، وما كان واقعا تحت عموم ما ندب الله إليه و حضّ عليه الله أو رسوله فهو في حيز المدح، وما لم يكن له مثال موجود كنوع من الجود والسخاء و فعل المعروف فهو من الأفعال المحمودة، ولا يجوز

ان يكون ذلك في خلاف ما ورد الشرع به؛ لأن النبي ﷺ قد جعل له في ذلك ثوابا فقال من سنّ سُنة حسنة كان له أجرها و أجر من عمل بها وقال في ضِدّه ومن سنّ سنة سيّئة كان عليه وزرُها ووِزرُ من عمل بها(١) وذلك إذا كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله ﷺ ومن هذا النوع قول عمر رضي الله عنه: نِعمت البدعة هذه(٢). لمّا كانت من أفعال الخير وداخلة في حيز المدح سماها بدعة ومدحها؛ لأن النبي ﷺ لم يسُنّها لهم، و إنما صلّاها ليالي ثم تركها ولم يحافظ عليها، ولا جمع الناس لها، ولا كانت في زمن أبي بكر، وإنما عمر رضي الله عنه جمع الناس عليها و ندبهم إليها، فبهذا سمّاها بدعة، وهي على الحقيقة سُنّة، لقوله ﷺ (عليكم بِسُنّتي و سنّة الخلفاء الراشدين من بعدي)(٣) وقوله (اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر و

(١) ١۔ مسلم، الصحیح، ٢: ٧٠٥، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ١٠١٧
٢۔ نسائی، السنن، ٥: ٥٥، ٥٦، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ، رقم: ٢٥٥٤
٣۔ ابن ماجہ، السنن، ١: ٧٤، مقدمہ، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم: ٢٠٣
٤۔ احمد بن حنبل، المسند، ٤: ٣٥٧۔٣٥٩
٥۔ دارمی، السنن، ١: ١٤١، رقم: ٥١٤

(٢) ١۔ مالک، المؤطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ١/١١٤، رقم: ٢٥٠
٢۔ بیہقی، شعب الایمان، ٣/١٧٧، رقم: ٣٢٦٩
٣۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح مؤطا مالک، ١/١٠٥، رقم: ٢٥٠

(٣) ١۔ ابوداؤد، السنن، ٤: ٢٠٠، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ٤٦٠٧
٢۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ٥: ٤٤، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ٢٦٧٦
٣۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ١: ١٥، رقم: ٤٢
٤۔ احمد بن حنبل، المسند، ٤: ١٢٦

عمر)[1] و على هذا التأويل يحمل الحديث الآخر (كل مُحْدَثة بدعةٌ) إنما يريد ما خالف أصول الشريعة ولم يوافق السُّنّة[2].

''بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جو کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام اور دوسرے نیک کام، وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا اور اس کے برعکس جو برے کام کی ابتداء کرے گا اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے برے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس برائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو اور اِسی قسم یعنی بدعتِ حسنہ کے بارے میں سیدنا عمر فاروق ؓ کا یہ قول ''نعمت البدعۃ ھذہ'' ہے پس جب کوئی کام افعالِ خیر میں سے ہو اور مقام مدح میں داخل ہو تو اسے لغوی اعتبار سے بدعت کہا جائے گا مگر اس کی تحسین کی جائے گی کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے باجماعت نماز تراویح کو ان کے لئے مسنون قرار نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے چند

---

(۱) ا۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب عن الرسول ﷺ، باب مناقب ابی بکر وعمر، ۵/۶۰۹، رقم: ۳۶۶۲

۲۔ ابن ماجہ، السنن، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ، ۱/۳۷، رقم: ۹۷

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳/۷۹، رقم: ۴۴۵۱

(۲) ابن اثیر جزری، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ۱: ۱۰۶

راتیں اس کو پڑھا پھر باجماعت پڑھنا ترک کر دیا اور اس پر آپ ﷺ نے نہ محافظت فرمائی اور نہ ہی لوگوں کو اس کے لئے جمع کیا، بعد میں نہ ہی یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں باجماعت پڑھی گئی پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس پر جمع کیا اور ان کو اس کی طرف متوجہ کیا پس اس وجہ سے اس کو بدعت کہا گیا درآں حالیکہ یہ حضور ﷺ کے اس قول "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين من بعدی " اور اس قول "اقتدوا باللذين من بعدی ابی بکر و عمر" کی وجہ سے حقیقت میں سنت ہے پس اس تاویل کی وجہ سے حدیث "کل محدثة بدعة" کو اصول شریعت کی مخالفت اور سنت کی عدم موافقت پر محمول کیا جائے گا۔

(۷) امام عز الدین عبدالعزیز بن عبد السلامؒ (۶۶۰ھ)

سلطان العلماء امام عز الدین عبدالعزیز بن عبد السلام السلمی الشافعیؒ "قواعد الاحکام فی اصلاح الانام" میں بدعت کی پانچ اقسام اور ان کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۸۔ البدعة فعل مالم يعهد فی عصر رسول الله ﷺ وهی منقسمة إلی بدعة واجبة و بدعة محرمة و بدعة مندوبة و بدعة مكروهة و بدعة مباحة قال والطريق فی معرفة ذلک أن تعرض البدعة علی قواعد الشريعة، فان دخلت فی قواعد الايجاب فهی واجبة، و إن دخلت فی قواعد التحريم فهی محرمة، و إن دخلت فی قواعد المندوب فهی مندوبة، و ان دخلت فی قواعد المكروه فهی مكروهة، و ان دخلت فی قواعد المباح فهی مباحة، و للبدع الواجبة أمثلة منها الاشتغال بعلم النحو الذی يفهم به كلام الله تعالٰی و كلام رسول الله ﷺ، و ذلک واجب لان حفظ الشريعة واجب، ولايتأتیٰ حفظها الا بمعرفة ذلک، وما لايتمُّ الواجبُ

الابه فهو واجبٌ، الثاني: حِفْظُ غريبِ الكتاب والسنة من اللغة، الثالث: تدوين اصول الدين و اصول الفقه، الرابع: الكلام فى الجرح والتعديل، لتمييز الصحيح من السقيم، وقد دَلَّت قواعدُ الشريعة على أنَّ حِفْظَ الشريعةِ فرض كفاية فيما زاد على القَدْرِ المُتَعَيِّنِ ولا يتأتى حفظ الشريعة الا بما ذكرناه و للبدع المحرمة امثلة منها مذاهب القدرية والجبرية والمُرجِئَة و المُجَسِّمَة والرد على هؤلاء من البدع الواجبة وللبدع المندوبة أمثلة منها إحداث الرُّبُطِ والمدارسِ و بناءُ القناطر و كل احسانٍ لم يُعْهَدْ فى العصر الاول ومنها صلاة التراويح والكلام فى دقائق التصوف و الكلام فى الجَدَل ومنها جمع المحافل للاستدلال فى المسائل إنْ قُصِدَ بذلك وجه الله تعالىٰ: وللبدع المكروهة أمثلة كزخرفة المساجد و تَزْوِيقُ المصاحف و أما تلحين القرآن بحيث تتغيَّرُ ألفاظُه عن الوضع العربى فالأصحُّ أنه من البدع المُحَرَّمَة وللبدع المباحة امثلةٌ منها المصافحة عقيب الصبح والعصر ومنها التوسع فى اللذيذ من المآكل والمشارب والملابس والمساكن و لبس الطيالسة و توسيع الاكمام وقد يُخْتَلَفُ فى بعض ذلك فيجعله بعض العلماء من البدع المكروهة و يجعله اخرون من السنن المفعولة فى عهد رسول الله ﷺ فما بعده و ذلك كالاستعاذة فى الصلاة والبسملة فيها.(١)

---

(١) ١۔ عزالدین، قواعد الأحکام فی إصلاح الأنام، ۲: ۳۳۷

۲۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۳: ۲۱

۳۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، ۱: ۶

۴۔ ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیہ: ۱۳۰

''بدعت سے مراد وہ فعل ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ کیا گیا ہو، بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے، اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعدِ تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعدِ استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراھت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اگر اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن و حدیث کا سمجھنا موقوف ہے، یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن و حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہوسکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کیلئے علم لغت کا حاصل کرنا، تیسری مثال ہے دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا چوتھی مثال سندِ حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعدِ شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ، جبریہ، مرجیۂ اور مجسمہ کے نظریات اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔ بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں سرائے، مدارس اور بلند عمارتیں بنانا اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں باجماعت نماز تراویح، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ اور اس مقصد کیلئے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ بدعات مکروھہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: مساجد کی زیب و زینت، (متاخرین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا) مصحف (قرآن) کو مزین کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے) اور قرآن کو ایسی سُر سے پڑھنا کہ اس کے الفاظ عربی وضع سے پھر

جائیں اور زیادہ درست یہ ہے کہ یہ بدعتِ محرمہ ہے۔ بدعات مباحہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر (کی نماز) کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا، کھلی آستینوں کی قمیص پہننا، ان امور میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے ان امور کو بدعاتِ مکروھۃ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہدِ رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں تعوّذ و تسمیہ جہراً پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔"

(۸) امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ)

امام ابو زکریا محی الدین بن شرف نوویؒ بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب "تہذیب الاسماء واللغات" میں فرماتے ہیں:

۹۔ **البدعة فى الشرع هى احداث مالم يكن فى عهد رسول الله ﷺ وهى منقسمة الى حسنة و قبيحة وقال الشيخ الامام المجمع على امامته و جلالته و تمكنه فى انواع العلوم و براعته ابو محمد عبدالعزيز بن عبدالسلام فى آخر "كتاب القواعد" البدعة منقسمة إلى واجبة و محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة قال والطريق فى ذلک أن تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت فى قواعد الايجاب فهى واجبة و إن دخلت فى قواعد التحريم فهى محرمة و إن دخلت فى قواعد المندوب فهى مندوبه و ان دخلت فى قواعد المكروه فهى مكروهة و ان دخلت فى قواعد المباح فهى مباحة و للبدع الواجبة أمثلة منها الإشتغال بعلم النحو الذى يفهم به كلام الله تعالىٰ و كلام رسول الله ﷺ و ذلک واجب لان حفظ الشريعة واجب ولايتاتى حفظها إلّا بمعرفة بذلک وما لايتم الواجب الا به فهو واجب،**

الثانی حفظ غریب الكتاب والسنة من اللغة، الثالث تدوين اصول الدين و اصول الفقه، الرابع الكلام فی الجرح والتعديل لتمييز الصحيح من السقيم وقد دلت قواعد الشريعة على أن حفظ الشريعة فرض كفاية فيما زاد على المتعين ولا يتأتی ذٰلک الا بما ذكرناه و للبدع المحرمة أمثلة منها مذاهب القدرية والجبرية والمُرجئة و المُجَسِّمَة والرد علی هؤلاء من البدع الواجبة وللبدع المندوبة أمثلة منها احداث الرُبطِ والمدارس و بناءُ القناطر و كل احسان لم يُعْهَدْ فی العصر الاول ومنها صلاة التراويح والكلام فی دقائق التصوف و الكلام في الجَدَل ومنها جمع المحافل للاستدلال فی المسائل إنْ قُصِدَ بذلک وجه الله تعالیٰ: وللبدع المكروهة امثلة كزخرفة المساجد و تَزويقُ المصاحف و أما تلحين القرآن بحيث تتغيّرُ ألفاظُه عن الوضع العربی فالأصحّ أنه من البدع المحرّمة وللبدع المباحة أمثلة منها المصافحة عقيب الصبح والعصر ومنها التوسع فی اللذيذ من المآكل والمشارب والملابس والمساكن و لبس الطيالسة و توسيع الاكمام وقد يختلف فی بعض ذٰلک فيجعله بعض العلماء من البدع المكروهة و يجعله آخرون من السنن المفعولة فی عهد رسول الله ﷺ فما بعده و ذٰلک كالاستعاذة فی الصلاة والبسملة فيها۔ (1)

’’شریعت میں بدعت سے مراد وہ امور ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے

---

(1) ۱۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۳:۲۲
۲۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۱:۲۸۶
۳۔ سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ۵۱
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱:۳۷۰

میں نہ تھے، بدعت کو بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم کیا گیا ہے اور شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام ''کتاب القواعد'' میں فرماتے ہیں۔ بدعت کو بدعت واجبہ، محرمۃ، مندوبہ، مکروھۃ اور مباحۃ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعدِ شرعیہ سے موازنہ کیا جائے، اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعدِ تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعدِ استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراھت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اگر اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے، یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن اور حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہوسکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال قرآن و حدیث کے معانی جاننے کیلئے علم لغت کا حاصل کرنا ہے، تیسری مثال دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا ہے جبکہ چوتھی مثال سندِ حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعدِ شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ، جبریہ، مرجیۂ اور مجسمہ کے نظریات اور ان لوگوں پر رد کرنا بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔ بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں سرائے، مدارس اور بلند عمارتیں بنانا اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں) باجماعت تراویح، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ اور اس مقصد کیلئے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ بدعات مکروھہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: مساجد کی زیب و زینت، (متاخرین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا) مصحف (قرآن) کو مزین کرنا (یہ بھی

متاخرین کے نزدیک جائز ہے) اور قرآن کو ایسی سر سے پڑھنا کہ اس کے الفاظ عربی وضع سے پھر جائیں اور زیادہ اصح یہ ہے کہ یہ بدعت محرمہ ہے۔ بدعات مباحہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا، کھلی آستینوں کی قمیض پہننا، ان امور میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے ان امور کو بدعاتِ مکروھۃ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہدِ رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں تعوّذ و تسمیہ جہراً پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔“

امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں بدعت کی اقسام اور پھر ان میں سے ہر قسم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱۰۔ قوله ﷺ و ”كل بدعة ضلالة“(۱) هذا عام مخصوص والمراد غالب البدع قال أهل اللغة هي كل شيء عمل مثال سابق قال العلماء البدعة خمسة أقسام واجبة و مندوبة و محرمة و مكروهة و مباحة فمن الواجبة نظم أدلة المتكلمين للرد على الملاحدة والمبتدعين و شبه ذلک ومن المندوبة تصنيف كتب العلم و بناء المدارس والربط و غير ذلک و من المباح التبسط في ألوان الأطعمة و غير ذلک والحرام والمكروه ظاهران وقد أوضحت المسألة بأدلتها المبسوطة في تهذيب الأسماء

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

۶۔ دارمی، السنن، ۱: ۵۷، رقم: ۹۵

واللغات فإذا عرف ما ذكرته علم أن الحديث من العام المخصوص و كذا ما أشبهه من الأحاديث الواردة و يؤيد ما قلناه قول عمر ابن الخطاب ﷺ في التراويح نعمت البدعة ولا يمنع من كون الحديث عاما مخصوصا قوله كل بدعة مؤكدا بكل بل يدخله التخصيص مع ذلک کقوله تعالى تدمر كل شيء (الاحقاف، ۴۶:۲۵) (۱)

''حضور ﷺ کا فرمان کہ'' ہر بدعت ضلالت ہے'' عام مخصوص ہے عام طور پر اس سے مراد بدعتِ سیئہ لیا جاتا ہے اہل لغت نے کہا ہے کہ ہر وہ چیز جس پر مثال سابق کے بغیر عمل کیا جائے وہ بدعت ہے۔ علماء نے بدعت کی پانچ اقسام بدعت واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہۃ اور مباحہ بیان کی ہیں بدعت واجبہ کی مثال متکلمین کے دلائل کو ملحدین، مبتدعین اور اس جیسے دیگر امور کے رد کے لئے استعمال کرنا ہے اور بدعت مستحبہ کی مثال جیسے کتب تصنیف کرنا، مدارس، سرائے اور اس جیسی دیگر چیزیں تعمیر کرنا۔ بدعت مباح کی مثال یہ ہے کہ مختلف انواع کے کھانے اور اس جیسی چیزوں کو اپنانا ہے جبکہ بدعت حرام اور مکروہ واضح ہیں اور اس مسئلہ کو تفصیلی دلائل کے ساتھ میں نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں واضح کردیا ہے۔ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اگر اس کی پہچان ہوجائے گی تو پھر یہ سمجھنا آسان ہے کہ یہ حدیث اور دیگر ایسی احادیث جو ان سے مشابہت رکھتی ہیں عام مخصوص میں سے تھیں اور جو ہم نے کہا اس کی تائید حضرت عمر فاروق ﷺ کا قول ''نعمت البدعۃ'' کرتا ہے اور یہ بات حدیث کو عام مخصوص کے قاعدے سے خارج نہیں کرتی۔ قول ''کل بدعۃ'' لفظ ''کل'' کے ساتھ مؤکد ہے لیکن اس کے باوجود اس میں تخصیص شامل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد تدمر کل شی (الاحقاف، ۴۶: ۲۵) کہ (وہ ہر چیز کو اُکھاڑ پھینکے

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۶:۱۵۴

کی) میں تخصیص شامل ہے۔

(۹) امام شہاب الدین احمد القرافی المالکیؒ (۶۸۴ھ)

معروف مالکی فقیہ امام شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی تفصیل کے ساتھ بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب الفروق میں رقمطراز ہیں:

۱۱۔ البدعة خمسة اقسام (القسم الأول) واجب و هو ما تتناوله قواعد الوجوب وادلته من الشرع کتدوین القرآن والشرائع اذا خیف علیها الضیاع فان التبلیغ لمن بعدنا من القرون واجب اجماعا و أهمال ذلک حرام اجماعا فمثل هذا النوع لا ینبغی ان یختلف في وجوبه (القسم الثانی) محرم و هو بدعة تناولتها قواعد التحریم و ادلته من الشریعة کالمکوس والمحدثات من المظالم المنافیة لقواعد الشریعة کتقدیم الجهال علی العلماء و تولیة المناصب الشرعیة من لا یصلح لها بطریق التوارث و جعل المستند لذلک کون المنصب کان لابیه و هو فی نفسه لیس باهل (القسم الثالث) من البدع مندوب الیه و هو ما تناولته قواعد الندب وادلته من الشریعة کصلاة التراویح و اقامة صور الائمة والقضاء وولاة الامور علی خلاف ما کان علیه أمر الصحابة بسبب ان المصالح والمقاصد الشرعیة لا تحصل الا بعظمة الولاة فی نفوس الناس و کان الناس فی زمن الصحابة معظم تعظیمهم انما هو بالدین و سابق الهجرة ثم اختل النظام و ذهب ذلک القرن وحدث قرن آخر لا یعظمون الا بالصور فیتعین تفخیم الصور حتی تحصل المصالح و قد کان عمر یا کل خبز الشعیر والملح و یفرض لعامله نصف شاة کل یوم لعلمه بان الحالة التی هو علیها لوعملها غیره لهان فی نفوس الناس ولم

يحترموه و تجاسروا عليه بالمخالفة فاحتاج الى ان يضع غيره في صورة اخرى لحفظ النظام ولذلک لما قدم الشام ووجد معاوية بن أبي سفيان قد اتخذ الحجاب و أرخي الحجاب واتخذ المراكب النفيسة والثياب الهائلة العلية و سلک ما يسلكه الملوک فسأله عن ذلک فقال انا بأرض نحن فيها محتاجون لهذا فقال له لا أمرک ولا انهاک و معناه أنت اعلم بحالک هل انت محتاج الى هذا فيكون حسنا أو غير محتاج اليه فدل ذلک من عمر وغيره على ان احوال الائمة و ولاة الامور تختلف باختلاف الاعصار والامصار والقرون والاحوال فلذلک يحتاجون الى تجديد زخارف و سياسات لم تكن قديما و ربما وجبت في بعض الاحوال (القسم الرابع) بدع مكروهة و هي ما تناولته ادلة الكراهة من الشريعة وقواعدها كتخصيص الايام الفاضلة او غيرها بنوع من العبادات و من ذلک في الصحيح ما خرجه مسلم وغيره ان رسول الله ﷺ نهى عن تخصيص يوم الجمعة بصيام أوليلته بقيام ومن هذا الباب الزيادة في المندوبات المحدودات كما ورد في التسبيح عقيب الصلوات ثلاثة وثلاثين فيفعل مائة وورد صاع في زكاة الفطر فيجعل عشرة آصع بسبب ان الزيادة فيها اظهار الاستظهار على الشارع وقلة ادب معه بل شان العظماء اذا حددوا شيئا وقف عنده والخروج عنه قلة ادب والزيادة في الواجب أو عليه أشد في المنع لانه يؤدى الا ان يعتقد ان الواجب هو الاصل والمزيد عليه ولذلک نهي مالک عن ايصال ست من شوال لئلا يعتقد انها من رمضان و خرج ابو داود في سننه ان رجلا دخل الى مسجد رسول الله ﷺ فصلى الفرض وقام ليصلي ركعتين فقال

له عمر بن الخطاب اجلس حتى تفصل بين فرضک و نفلک فبهذا هلک من کان قبلنا فقال له ﷺ أصاب الله بک یا ابن الخطاب یرید عمر ان من قبلنا و صلوا النوافل بالفرائض فاعتقدوا الجمیع واجبا و ذلک تغییر للشرائع و هو حرام اجماعا (القسم الخامس) البدع المباحة و هي ما تناولته ادلة الاباحة وقواعدها من الشریعة کاتخاذ المناخل للدقیق ففی الآثار اول شيء احدثه الناس بعد رسول الله ﷺ اتخاذ المناخل للدقیق لان تلیین العیش و اصلاحه من المباحات فوسائله مباحة. (۱)

''بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم واجب ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد وجوب پر مشتمل ہو اور اس کی دلیل شریعت میں موجود ہو جیسے ضائع ہونے کے ڈر سے قرآن مجید اور شریعت کی تدوین۔ بے شک ہمارے بعد آنے والوں کے لیے تبلیغ کرنا اجماعاً واجب ہے اور اسے چھوڑ دینا اجماعا حرام ہے۔ اس طرح کی چیزوں کے وجوب میں اختلاف کرنا درست نہیں ہے۔ دوسری قسم بدعت محرمہ ہے۔ یہ وہ بدعت ہے جس کی دلیل شریعت میں حرام کے قواعد کے مطابق ہو۔ جیسے ٹیکس اور ایسے نئے ظالمانہ امور جو کہ قواعد شریعت کے منافی ہوں۔ جیسے جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا اور شریعت کے کسی ایسے عہدے پر فائز کرنا جو وراثتی طریقے سے اس کے لیے درست نہ ہو اور اس منصب کو اس شخص کے لیے درست قرار دیا جائے جو کہ اس کے باپ کے لیے تھا اور وہ بذات خود اس منصب کا اہل نہ ہو اور تیسری قسم بدعت مستحبہ ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد استحباب پر مشتمل ہو اور شریعت میں اس کی حمایت میں دلائل موجود ہوں جیسا کہ نماز تراویح اور امر صحابہ کے خلاف (مصلحت و خیر کے پیش نظر) حکمرانان وقت، قاضیوں اور اہم منصب داروں کی تصویروں کو

(۱) القرافی، انوار البروق فی انوار الفروق، ۴: ۲۰۲۔۲۰۵

آویزاں کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شمار مصالح اور شرعی مقاصد لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں کی عظمت ڈالے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے صحابہ کے زمانے میں صحابہ کے دین اور سابق الھجرہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے پھر نظام درہم برہم ہوگیا اور وہ زمانہ گزر گیا اور نیا زمانہ آگیا اس زمانہ میں لوگ تصویروں کے بغیر کسی کی عظمت نہیں کرتے تھے لہٰذا تصویروں کی حیثیت کو تسلیم کرلیا گیا۔ یہاں تک کہ متعلقہ مصلحتیں حاصل ہوگئیں اور اسی طرح حضرت عمر ﷛ خود تو جو کی روٹی اور نمک کھایا کرتے تھے جبکہ اپنے عاملین کے لئے آدھی بکری روزانہ مقرر کر رکھی تھی کیونکہ اگر دوسرے عاملین بھی اسی طریقہ پر عمل کرتے جس پر سیدنا عمر فاروق ﷛ خود تھے تو وہ عوام الناس کی نظروں میں گرجاتے اور لوگ ان کا احترام نہ کرتے اور ان کی مخالفت پر اتر آتے لہٰذا یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی دوسرے کو کسی اور شکل میں نظام کی حفاظت کے لیے تیار کیا جائے اور اسی طرح جب آپ شام گئے تو آپ نے معاویہ ﷛ بن ابی سفیان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ پردہ کئے ہوئے اور پردہ لٹکائے ہوئے تھے اور ان کے پاس خوبصورت سواری اور اعلیٰ رعب دار کپڑے تھے اور آپ اس طرح پیش آتے جس طرح بادشاہ پیش آتے تھے پھر اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم ایسے علاقے میں ہیں جہاں ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سیدنا عمر فاروق ﷛ نے ان سے کہا کہ نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے احوال کو بہتر جانتے ہو کہ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ نہیں اور اگر ضرورت ہے تو یہ بہتر ہے۔ پس حضرت عمر ﷛ اور دوسروں کے نظائر (Precedents) سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ائمہ کے احوال اور امور سلطنت، زمانے، شہروں، صدیوں کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس طرح انہیں حسن معاملات اور حسن سیاسیات میں تنوع کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ احوال پرانے نہ ہوجائیں اور بعض اوقات یہ مصلحتیں واجب ہوجاتی ہیں اور چوتھی قسم بدعت مکروہ کی ہے اور

یہ وہ ہے جو شریعت اور اس کے قواعد میں سے دلائل کراہت پر مشتمل ہو جیسے بعض فضیلت والے اور بابرکت ایام کو عبادات کے لئے مخصوص کرنا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور دیگر نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے اور اس رات کو قیام کے لئے مختص کرنے کو منع کیا ہے۔ اور اسی طرح اس باب میں محدود مندوبات کو زیادہ کرنا جیسے نمازوں کے بعد تینتیس بار تسبیح کرنا آیا ہے پھر ان کو سو بار کیا جائے، اور اسی طرح زکوۃ فطر کے لیے ایک صاع دینا آیا ہے پھر اسے دس صاعات بنادیا جائے یہ اس وجہ سے ہے کہ ان امور میں زیادتی شارع پر جرأت اور اس کی بے ادبی ہے۔ پس عظیم لوگوں کی شان یہ ہے کہ اگر انہیں کسی امر سے روکا جائے تو وہ رک جائیں کیونکہ اس حکم سے سرتابی سوئے ادب ہے۔ لہٰذا واجب میں زیادتی یا واجب پر زیادتی سخت منع ہے۔ کیونکہ اس طرح یہ اعتقاد پہنچتا ہے کہ واجب اور اس پر زیادتی دونوں واجب ہیں۔ جیسا کہ امام مالک نے شوال کے چھ (روزوں کو) ملانے سے منع کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ سمجھا جائے کہ یہ بھی رمضان میں سے ہیں اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی مسجد رسول ﷺ میں داخل ہوا پھر اس نے فرض نماز ادا کی اور ساتھ ہی کھڑا ہوگیا تاکہ دو رکعتیں (نفل) پڑھے۔ تو اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ تو اپنے فرض اور نفل میں فرق کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے ہم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے تو پھر اسے آقا ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب اللہ تعالیٰ نے تجھے درست پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ہم سے پہلے لوگوں نے نوافل کو فرائض کے ساتھ ملا دیا انہوں نے یہ یقین کرلیا کہ یہ تمام واجبات میں سے ہیں اور یہ شریعت میں تغیر ہے جو کہ اجماعاً حرام ہے اور پانچویں قسم بدعت مباح ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی دلیل شریعت کے قواعد وضوابط میں اباحت کے اصولوں کے مطابق ہو جیسا کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا استعمال کرنا اور آثار میں پہلی چیز جو لوگوں

نے آپ ﷺ کے بعد ایجاد کی وہ تھی "اتخاذ المناخل للدقیق" یعنی آٹا چھاننے کے لئے چھلنی کا استعمال کیونکہ زندگی میں لوگوں کی طبیعت میں نرمی ہونا اور اس کی اصلاح کرنا مباحات میں سے ہے اور اس کے تمام وسائل بھی مباح میں سے ہیں۔"

(۱۰) علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقیؒ (المتوفی ۷۱۱ھ)

علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی اپنی معروف کتاب "لسان العرب" میں علامہ ابن اثیر جزری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حدیث پاک "کل محدثة بدعة" سے مراد صرف وہ کام ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہو اور وہ بدعت جو شریعت سے متعارض نہ ہو وہ جائز ہے۔ لکھتے ہیں:

۱۲۔ **البدعة: الحدث وما ابتدع من الدين بعد الإكمال. ابن السّكيت: البدعة كل محدثة و فى حديث عمر ﷺ فى قيام رمضان "نعمتِ البدعة هذه"[(۱)] ابن الأثير: البدعة بدعتان: بدعة هدًى، و بدعة ضلال، فما كان فى خلاف ما أمر الله به و رسوله ﷺ فهو فى حيز الذّم والإنكار، وما كان واقعا تحت عموم ما ندب الله إليه و حضّ عليه الله أو رسوله فهو فى حيّز المدح، وما لم يكن له مثال موجود كنوع من الجود والسّخاء و فعل المعروف فهو من الأفعال المحمودة، ولا يجوز أن يكون ذلک فى خلاف ما ورد الشرع به؛ لأن النبى ﷺ قد جعل له فى ذلک ثوابا فقال: (من سنّ سُنة حسنة كان له أجرها و أجر من عمل بها) وقال فى ضِدّه: (من سنّ سنة سيّئة كان عليه وزرُها**

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰

ووِزرُ من عمل بها)(۱) وذلک إذا كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله ﷺ، قَالَ: ومن هذا النوع قول عمر ﷺ: نِعمت البدعة هذه، لمّا كانت من أفعال الخير وداخلة في حيز المدح سماها بدعة ومدحها لأن النبي ﷺ، لم يَسُنّها لهم، و إنما صلّاها ليالي ثم تركها ولم يحافظ عليها ولا جمع الناس لها ولا كانت في زمن أبي بكر ﷺ، وإنما عمر ﷺ جمع الناس عليها و ندبهم إليها، فبهذا سمّاها بدعة، وهي على الحقيقة سنّة، لقوله ﷺ (عليكم بسنّتي و سنّة الخلفاء الراشدين من بعدي)(۲) وقوله ﷺ: (اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر و عمر)(۳) و على هذا التأويل يحمل الحديث الآخر (كل محدثة بدعة) إنما يريد ما خالف أصول الشريعة ولم يوافق السُّنّة.(۴)

---

(۱) ا۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ۱۰۱۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ، رقم: ۲۵۵۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۷۴، مقدمۃ، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم: ۲۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

(۲) ا۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

(۳) ا۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب عن الرسول ﷺ، باب مناقب ابی بکر و عمر، ۵/۶۰۹، رقم: ۳۶۶۲
۲۔ ابن ماجہ، السنن، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ، ۱/۳۷، رقم: ۹۷
۳۔ حاکم، المستدرک، ۳/۷۹، رقم: ۴۴۵۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵/۲۱۲، رقم: ۹۸۳۶

(۴) ابن منظور افریقی، لسان العرب، ۸: ۶

''بدعت سے مراد احداث ہے یا ہر وہ کام جو اکمالِ دین کے بعد کسی دینی مصلحت کے پیش نظر شروع کیا گیا ہو۔ ابن سکیت کہتے ہیں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے جیسا کہ قیام رمضان کے حوالے سے حضرت عمر ﷜ کی حدیث میں ہے نعمت البدعۃ ہذہ۔ ابن اثیر کہتے ہیں بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جو کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو تو یہ امرِ محمود ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام اور دوسرے نیک کام، وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا اور اس کے برعکس یہ بھی فرمایا: جس شخص نے برے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہو گا اور جو اس برائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہو گا اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو۔ اور اسی قسم یعنی بدعتِ حسنہ میں سے سیدنا عمر فاروق ﷜ کا یہ قول ''نعمت البدعۃ ھذہ'' ہے پس جب کوئی کام افعالِ خیر میں سے ہو اور مقام مدح میں داخل ہو تو اسے لغوی اعتبار سے تو بدعت کہا جائے گا مگر اس کی تحسین کی جائے گی کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ اس (باجماعت نماز تراویح کے) عمل کو ان کے لئے مسنون قرار نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے چند راتیں اس کو پڑھا پھر (باجماعت پڑھنا) ترک کر دیا اور (بعد میں) اس پر محافظت نہ فرمائی اور نہ ہی لوگوں کو اس کے لئے جمع کیا بعد ازاں نہ ہی یہ صدیق اکبر ﷜ کے دور میں (باجماعت) پڑھی گئی پھر سیدنا عمر فاروق ﷜ نے لوگوں کو اس پر جمع کیا اور ان کو اس کی طرف متوجہ کیا پس اس وجہ سے اس کو بدعت کہا گیا دراں حالیکہ یہ حضور ﷺ

کے اس قول "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی" اور اس قول "اقتدوا باللذین من بعدی أبی بکر و عمر" کی وجہ سے حقیقت میں سنت ہے پس اس تاویل کی وجہ سے حدیث "کل محدثة بدعة" کو اصول شریعت کی مخالفت اور سنت کی عدم موافقت پر محمول کیا جائے گا۔"

(۱۱) علامہ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ)

امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "منہاج السنۃ" میں لغوی بدعت اور شرعی بدعت کو واضح کرتے ہوئے "نعمت البدعة هذه" کے ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

۱۳۔ إنما سماها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، وليس ذلک بدعة شرعية، فإن البدعة الشرعية التي هي ضلالة ما فعل بغير دليل شرعي[1]

"اِسے بدعت اِس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اِس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعتِ لغوی ہے بدعتِ شرعی نہیں ہے کیونکہ بدعتِ شرعی وہ گمراہی ہوتی ہے جو دلیل شرعی کے بغیر سرانجام دی جائے۔"

علامہ ابن تیمیہ "بدعت حسنہ" اور "بدعت ضلالۃ" کے مفہوم کو مزید واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

۱۴۔ ومن هنا يعرف ضلال من ابتدع طريقاً أو اعتقاداً زعم أن الإيمان لا يتم إلا به مع العلم بأن الرسول ﷺ لم يذكره وما خالف النصوص فهو بدعة باتفاق المسلمين وما لم يعلم أنه خالفها فقد لا يسمى بدعة قال الشافعي رحمه الله البدعة بدعتان بدعة خالفت كتابا و سنة و إجماعا و أثرا عن بعض أصحاب رسول الله ﷺ فهذه بدعه ضلاله و بدعه لم تخالف شيئا من ذلک

---

(۱) ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ۴: ۲۲۴

فهذه قد تكون حسنة لقول عمر نعمت البدعة هذه (۱) هذا الكلام أو نحوه رواه البيهقي بإسناده الصحيح في المدخل (۲)

''اور اس کلام سے لفظ ''ضلال'' کا مفہوم سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ حضور ﷺ نے اسے بیان نہیں کیا کسی طریقے یا عقیدے کی ابتداء اس گمان سے کی کہ بے شک ایمان اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا تو یہ ''ضلالۃ'' ہے اور جو چیز نصوص کے مخالف ہو وہ مسلمانوں کے اتفاق رائے کے ساتھ بدعت ہے۔ اور جس چیز کے بارے یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کتاب و سنت کی مخالفت کی ہے ایسی چیز کو بدعت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک وہ بدعت جو قرآن و سنت، اجماع اور بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ کے اقوال کے خلاف ہو تو وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اور جو بدعت ان تمام چیزوں (یعنی قرآن و سنت، اجماع اور اثر صحابہ) میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہی بدعت حسنہ ہے۔ جیسے حضرت عمر ﷺ کا قول ہے "نعمت البدعة هذه" یہ یا اس جیسا دوسرا بیان اسے امام بیہقی نے اپنی صحیح اسناد کے ساتھ ''المدخل'' میں روایت کیا ہے۔''

(۱۲) اِمام حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ)

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر اپنی تفسیر ''تفسیر القرآن العظیم'' میں بدعت کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۱۵۔ والبدعة على قسمين تارة تكون بدعة شرعية كقوله (فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة) و تارة تكون بدعة لغوية

---

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰

(۲) ۱۔ ابن تیمیہ، کتب و رسائل و فتاوی ابن تیمیہ فی الفقہ، ۲۰: ۱۶

كقول أمير المؤمنين عمر بن الخطاب عن جمعه إيّاهم على صلاة التراويح واستمرارهم: نعمت البدعة هذه(۱)

''بدعت کی دو قسمیں ہیں بعض اوقات یہ بدعت شرعیۃ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''فإن کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة'' اور بعض اوقات یہ بدعت لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق کا لوگوں کو نماز تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان ''نعمت البدعة هذه'' ہے۔''

(۱۳) اِمام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبیؒ (المتوفی ۷۹۰ھ)

علامہ ابو اسحاق شاطبی اپنی معروف کتاب ''الاعتصام'' میں بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۶۔ **هذا الباب يُضطَرُّ إلى الكلام فيه عند النظر فيما هو بدعة وما ليس ببدعة فإن كثيرًا من الناس عدوا اكثر المصالح المرسلة بدعاً و نسبوها إلى الصحابة و التابعين و جعلوها حجة فيما ذهبوا إليه من اختراع العبادات وقوم جعلوا البدع تنقسم بأقسام أحكام الشرعية، فقالوا: إن منها ما هو واجب و مندوب، وعدوا من الواجب كتب المصحف وغيره، ومن المندوب الإجتماع في قيام رمضان على قارئ واحد. و أيضا فإن المصالح المرسلة يرجع معناها إلى إعتبار المناسب الذى لا يشهد له أصل معين فليس له على هذا شاهد شرعيّ على الخصوص، ولا كونه قياساً بحيث إذا عرض على العقول تلقته بالقبول. وهذا بعينه موجود في البدع المستحسنة، فإنها راجعة إلى أمور في الدين**

---

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۱۶۱

مصلحية– في زعم واضعيها– في الشرع على الخصوص. وإذا ثبت هذا فإن كان إعتبار المصالح المرسلة حقا فإعتبار البدع المستحسنه حق لأنهما يجريان من واد واحد. وإن لم يكن إعتبار البدع حقا، لم يصح إعتبار المصالح المرسلة.[1]

''اس باب میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان سے اپنی من گھڑت عبادات پر استدلال کیا ہے۔ اور ایک قوم نے بدعات کی احکام شرعیہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انہوں نے کہا کہ بعض بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، انہوں نے بدعات واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کیا ہے۔ مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے اور یہ چیز بعینہٖ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعات حسنہ کے ایجاد کرنے والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہوگا۔''

علامہ شاطبی ''بدعت حسنہ'' کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

۱۷۔ أن أصحاب رسول الله ﷺ اتفقوا على جمع المصحف وليس ثَمّ نص على جمعه وكتبه أيضاً–– بل قد قال بعضهم: كيف

(۱) شاطبی، الإعتصام، ۲: ۱۱۱

نفعل شيئاً لم يفعله رسول الله ﷺ؟ فروى عن زيد بن ثابت ﷺ قال: أرسل إِلَيَّ أبوبكر ﷺ مقتلَ (أهل) اليمامة، و إِذا عنده عمر ﷺ، قال أبوبكر: (إن عمر أتاني فقال): إِن القتل قد استحرّ بقراءِ القرآن يوم اليمامة، و إِني أخشى أن يستحرّ القتل بالقراءِ في المواطن كلها فيذهب قرآن كثير، و إِني أرى أن تأمر بجمع القرآن. (قال): فقلت له: كيف أفعل شيئًا لم يفعله رسول الله ﷺ؟ فقال لي: هو والله خير. فلم يزل عمر يراجعني في ذلک حتى شرح الله صدرى له، ورأيت فيه الذى رأى عمر. قال زيد: فقال أبوبكر: إنک رجل شاب عاقل لا نتهمک، قد كنت تكتب الوحي لرسول الله ﷺ، فتتبع القرآن فاجمعه. قال زيد: فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل عليّ من ذلک. فقلت: كيف تفعلون شيئًا لم يفعله رسول الله ﷺ؟ فقال أبوبكر: هو والله خير، فلم يزل يراجعني في ذلک أبوبكر حتى شرح الله صدى للذى شرح له صدورهما فتتبعت القرآن أجمعه من الرقاع والعسب واللخاف، ومن صدور الرجال، فهذا عمل لم ينقل فيه خلاف عن أحد من الصحابة.[1] ---- حتى اذا نسخوا الصحف في المصاحف، بعث عثمان في كل افق

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۲۰، کتاب التفسیر، باب قوله لقد جاء کم رسول، رقم: ۴۴۰۲
۲۔ بخاری، الصحیح، ۶: ۲۶۲۹، کتاب الأحکام، باب يستحب للكاتب أن يكون اميناً عاقلاً، رقم: ۶۷۶۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۸۳، کتاب التفسیر، باب من سورة التوبة، رقم: ۳۱۰۳
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۷، رقم: ۴۴۰۲
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۳، رقم: ۷۶
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰: ۳۶۰، رقم: ۴۵۰۶

بمصحف من تلک المصاحف التی نسخوها، ثم امر بما سوی ذلک من القراء ة فی کل صحیفة أو مصحف أن یحرق ---- ولم یرد نص عن النبی ﷺ بما صنعوا من ذلک، ولکنهم رأوه مصلحة تناسب تصرفات الشرع قطعا فإن ذلک راجع إلی حفظ الشریعة، والأمر بحفظها معلوم، وإلی منع الذریعة للاختلاف فی أصلها الذی هوالقرآن، وقد علم النهی عن الإختلاف فی ذلک بما لا مزید علیه. واذا استقام هذا الأصل فاحمل علیه کتب العلم من السنن و غیرها إذا خیف علیها الإندراس، زیادة علی ما جاء فی الأحادیث من الأمر بکتب العلم. (۱)

’’رسول اللہ ﷺ کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا--- لیکن بعض نے کہا کہ ہم اس کام کو کس طرح کریں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا حضرت زید بن ثابت ؓ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر ؓ نے مجھے بلایا جبکہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت حضرت عمر فاروق ؓ بھی ان کے پاس تھے حضرت ابوبکر ؓ نے کہا کہ حضرت عمر ؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے کتنے ہی قاری شہید ہوگئے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ قراء کے مختلف جگہوں پر شہید ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے کا حکم دیں حضرت ابوبکر ؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ؓ سے کہا کہ میں وہ کام کس طرح کرسکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تو انہوں نے مجھے کہا خدا کی قسم یہ اچھا ہے پھر حضرت

(۱) شاطبی، الاعتصام، ۲: ۱۱۵

عمرؓ اس بارے میں مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں میرا سینہ کھول دیا۔ میں نے بھی وہ کچھ دیکھ لیا جو حضرت عمرؓ نے دیکھا تھا حضرت زید کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجھے فرمایا آپ نوجوان آدمی اور صاحب عقل و دانش ہو اور آپ کی قرآن فہمی پر کسی کو اعتراض بھی نہیں اور آپ آقا ﷺ کو وحی بھی لکھ کر دیا کرتے تھے۔ آپ قرآن مجید کو تلاش کر کے جمع کر دیں تو حضرت زیدؓ نے کہا خدا کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑوں میں کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم دیں تو وہ میرے لیے اس کام سے زیادہ مشکل نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ آپؓ اس کام کو کیوں کر رہے ہو جسے آقا ﷺ نے نہیں کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا خدا کی قسم اس میں بہتری ہے۔ تو میں برابر حضرت ابوبکرؓ سے بحث کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔ پھر میں نے قرآن مجید کو کھجور کے پتوں، کپڑے کے ٹکڑوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کر دیا۔ یہ وہ عمل ہے جس پر صحابہؓ میں سے کسی کا اختلاف نقل نہیں کیا گیا --- حتیٰ کہ جب انہوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا جائے --- حالانکہ اس معاملہ میں ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شرعیہ کے بالکل مناسب تھی کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور یہ بات مسلّم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں اختلاف نہ پیدا ہو اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی

اسی وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے، علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔"

(۱۴) اِمام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشیؒ (المتوفی ۷۹۴ھ)

علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی اپنی کتاب "المنثور فی القواعد" میں بدعت لغویہ اور بدعت شرعیہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۸۔ **فأما في الشرع فموضوعة للحادث المذموم، و إذا أُرِيد الممدوح قُيِّدَتْ و يكون ذالك مجازًا شرعياً حقيقة لغوية**(۱)

"شرع میں عام طور پر لفظ بدعت، محدثہ مذمومہ کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن جب بدعت ممدوحہ مراد ہو تو اسے مقید کیا جائے گا لہٰذا یہ بدعت ممدوحہ مجازاً شرعی ہوگی اور حقیقتاً لغوی ہوگی۔"

(۱۵) اِمام عبد الرحمٰن بن شہاب الدین ابن رجب الحنبلیؒ (المتوفی ۷۹۵ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی بغدادی اپنی کتاب "جامع العلوم والحکم" میں بدعت کی اقسام اور اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۹۔ **المراد بالبدعة ما أحدث مما لا أصل له في الشريعة يدلّ عليه، وأما ما كان له أصل من الشرع يدلّ عليه فليس ببدعة شرعاً وإن كان بدعة لغة۔**(۲)

"بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس کی اصل شریعت میں موجود ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے بدعت ہوگا۔"

---

(۱) زرکشی، المنثور فی القواعد، ۱: ۲۱۷

(۲) ۱۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۵۲

۲۔ محمد شمس الحق، عون المعبود شرح سنن أبي داود، ۱۲: ۲۳۵

۳۔ عبد الرحمٰن مبارکپوری، تحفة الأحوذي، ۷: ۳۶۶

حدیث نبوی ﷺ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

۲۰۔ من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد(۱) فكلّ من أحدث شيئا و نسبه إلى الدين ولم يكن له أصل من الدين يرجع إليه فهو ضلالة والدين بريء منه، و سواء في ذلك مسائل الاعتقادات أو الأعمال أو الأقوال الظاهرة والباطنة. و أما ما وقع في كلام السلف من استحسان بعض البدع فإنما ذلك في البدع اللغوية لا الشرعية.(۲)

’’حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہ ہو تو وہ (چیز) مردود ہے۔ پس جس کسی نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور پھر اس کی نسبت دین کی طرف کر دی اور وہ چیز دین کی اصل میں سے نہ ہو تو وہ چیز اس کی طرف لوٹائی جائے گی اور وہی گمراہی ہو گی اور دین اس چیز سے بری ہو گا اور اس میں اعتقادی، عملی، قولی، ظاہری و باطنی تمام مسائل برابر ہیں۔ اور بعض اچھی چیزوں میں سے جو کچھ اسلاف کے کلام میں گزر چکا ہے پس وہ بدعت لغویہ میں سے ہے، بدعت شرعیہ میں سے نہیں ہے۔‘‘

علامہ ابن رجب بدعات حسنہ کی مثالیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۴۳، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ، رقم: ۱۷۱۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمہ الکتاب، ۱: ۷، باب تعظیم حدیث رسول اللہ، رقم: ۱۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۷۰، رقم: ۲۶۳۷۲
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۰۷، رقم: ۲۶
۵۔ دار قطنی، السنن، ۴: ۲۲۴، رقم: ۷۸

(۲) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم: ۲۵۲

٢١ـ فمن ذلک قول عمر ﷺ لما جمع الناس فی قیام رمضان علی إمام واحد فی المسجد و خرج ورآهم یصلون کذلک فقال: نعمت البدعة هذه.[1] وروی عنه أنه قال: إن کانت هذه بدعة فنعمت البدعة. وروی عن أبیّ بن کعب قال له: إن هذا لم یکن، فقال عمر: قد علمت ولکنه حسن، ومراده أن هذا الفعل لم یکن علی هذا الوجه قبل هذا الوقت، ولکن له أصل فی الشریعة یرجع إلیها. فمنها أن النبی ﷺ کان یحثّ علی قیام رمضان و یرغب فیه، وکان الناس فی زمنه یقومون فی المسجد جماعات متفرقة ووحدانا، وهو ﷺ صلی بأصحابه فی رمضان غیر لیلة ثم امتنع من ذلک معللا بأنه خشی أن یکتب علیهم فیعجزوا عن القیام به و هذا قد أمن بعده ﷺ. وروی عنه ﷺ أنه کان یقوم بأصحابه لیالی الإفراد فی العشر الأواخر. ومنها أنه ﷺ أمر باتباع سنة خلفائه الراشدین، و هذا قد صار من سنة خلفائه الراشدین، فإن الناس اجتمعوا علیه فی زمن عمر و عثمان و علی رضی الله عنهم. ومن ذلک أذان الجمعة الأوّل زاده عثمان لحاجة الناس إلیه، و أقرّه علیّ واستمرّ عمل المسلمین علیه. وروی عن ابن عمر أنه قال: هو بدعة، ولعله أراد ما أراد أبوه فی قیام شهر رمضان. ومن ذلک جمع الصحف فی کتاب واحد توقف فیه زید بن ثابت وقال لأبی بکر و عمررضی الله عنهما : کیف تفعلان مالم یفعله النبی ﷺ؟ ثم علم أنه مصلحة فوافق علی جمعه، وقد کان النبی ﷺ یأمر بکتابة الوحی، ولا فرق بین أن یکتب مفرقا أو

---

(١) ١ـ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ١/١١٤، رقم: ٢٥٠
٢ـ بیہقی، شعب الایمان، ٣/١٧٧، رقم: ٣٢٦٩
٣ـ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ١/١٠٥، رقم: ٢٥٠

مجموعا بل جمعه صار أصلح. وكذلك جمع عثمان الأمة على مصحف و إعلامه لما خالفه خشية تفرّق الأمة، وقد استحسنه عليّ و أكثر الصحابة رضی اللہ عنہم **و كان ذلك عين المصلحة. وكذلك قال من منع الزكاة توقف فيه عمر و غيره حتى بينه له أبوبكر أصله الذي يرجع إليه من الشريعة فوافقه الناس على ذلك.**(۱)

''اور بدعتِ حسنہ کے اثبات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان کے لیے تمام لوگوں کو مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں جمع کیا اور پھر جب انہیں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ "نعمت البدعة هذه" یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ اس طرح بھی مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''إن كانت هذه بدعة فنعمت البدعة'' اگر یہ بدعت ہے تو پھر یہ اچھی بدعت ہے۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اگرچہ یہ اس طرح نہ بھی ہو، تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی جانتا ہوں لیکن یہ اچھی بدعت ہے اور اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ عمل اس سے پہلے اس صورت میں نہیں تھا۔ لیکن اس کی اصل شریعت میں موجود تھی جو کہ اس فعل کی طرف لوٹتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آقا ﷺ قیام رمضان پر ابھارتے اور اس کی ترغیب دیتے تھے اور آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی لوگ متفرق جماعات کی صورت میں قیام کیا کرتے تھے اور اکیلے اکیلے بھی قیام کیا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ ایک رات سے زیادہ راتوں میں رمضان میں نماز پڑھی پھر آپ ﷺ نے کسی علت کے باعث اس سے منع فرمادیا اور وہ اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کو خوف ہونے لگا کہ یہ ان پر فرض کردی جائے گی اور وہ لوگ اس قیام سے عاجز آجائیں گے اس کے بعد آپ ﷺ

(۱) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم: ۳-۲۵۲

نے اس کی تصدیق بھی کردی، اور آقا ﷺ سے روایت کیا گیا کہ آپ ﷺ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اپنے بعض صحابہ کرام کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے۔ اور اسی بنا پر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ کام (یعنی قیام رمضان تراویح کی صورت) خلفاء راشدین کی سنت میں سے ہوگیا۔ اور اسی طرح لوگ حضرت عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضی رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہی اس چیز پر مجتمع ہوگئے تھے اور اسی طرح جمعہ کی پہلی اذان ہے جس کو حضرت عثمان غنی ﷺ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر زیادہ کیا اور پھر حضرت علی ﷺ اس پر قائم رہے اور اس پر لوگوں نے عمل کرنا شروع کردیا۔ اور ابن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کی دوسری اذان کے بارے میں فرمایا کہ وہ بدعت ہے۔ شاید ان کی مراد بھی وہی ہو جو ان کے والد کی قیام رمضان کے بارے میں تھی۔ اور اسی میں سے صحائف کو ایک کتاب میں جمع کرنا ہے۔ اس پر زید بن ثابت ﷺ نے توقف کیا اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ اس کام کو کیسے کر رہے ہو جسے خود آقا ﷺ نے نہیں کیا؟ پھر آپ ﷺ نے جان لیا کہ اس میں مصلحت ہے۔ تو پھر آپ اس کو جمع کرنے پر راضی ہوگئے۔ اور حضور ﷺ نے وحی کو لکھنے کا حکم دیا تھا اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ اسے متفرق یا مجموعہ کی صورت میں لکھا جائے۔ لیکن اس کو جمع کرنا زیادہ مبنی بر مصلحت ہے۔ اور اسی طرح حضرت عثمان غنی ﷺ نے امت مسلمہ کو ایک مصحف پر جمع کیا۔ اور آپ ﷺ نے اس حقیقت کو پالیا جس کے لوگ مخالف تھے اور جو امت میں تفرقہ ڈالنے والی تھی۔ اور اسے حضرت علی ﷺ اور اکثر صحابہ ﷺ نے درست جانا ہے اور یہ مصلحت کے عین مطابق تھا۔ اور اسی طرح زکوۃ نہ دینے والوں کے بارے میں (حضرت ابوبکر کا) فیصلہ اس میں عمر اور دیگر صحابہ نے توقف اختیار کیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر ﷺ نے اس اصل کا بتا دیا جو کہ شریعت میں سے اس کی طرف لوٹتی ہے پھر اس پر لوگ آپ سے متفق ہوگئے۔"

(۱۶) علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانیؒ (المتوفی ۷۹۶ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی تصور بدعت کی تفہیم اور اس کی تقسیم بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ''الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری'' میں لکھتے ہیں:

۲۲۔ البدعة كل شئ عمل على غير مثال سابق و هي خمسة أقسام واجبة و مندوبة و محرمة و مكروهة و مباحة و حديث كل بدعة ضلالة[۱] من العام المخصوص. ---- لأن رسول الله ﷺ لم يسنها ولا كانت في زمن أبي بكر ورغب فيها بقوله نعم ليدل على فضلها ولئلا يمنع هذا اللقب من فعلها و يقال نعم كلمة تجمع المحاسن كلها و بئس كلمة تجمع المساوىء كلها و قيام رمضان في حق التسمية سنة غير بدعة لقوله عليه الصلاة والسلام (اقتدوا باللذين من بعدي أبي بكر و عمر رضی اللہ عنہما)[۲] قوله (ينامون عنها) أي فارغين عنها أي الصلاة أول الليل أفضل من الصلاة في آخر الليل و بعضهم عكسوا و بعضهم فصلوا بين

---

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب عن الرسول ﷺ، باب مناقب ابی بکر و عمر، ۶۰۹/۵، رقم: ۳۶۶۲
۲۔ ابن ماجہ، السنن، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ، ۳۷/۱، رقم: ۹۷
۳۔ حاکم، المستدرک، ۷۹/۳، رقم: ۴۴۵۱
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳۸۲/۵، رقم: ۲۳۲۹۳

من يستوثق بالانتباه من النوم و غيره. فان قلت هذه الصلاة ليست بدعة لما ثبت من فعله ﷺ لها. قلت لم يثبت كونها أول الليل أو كل ليلة أو بهذه الصفة. (۱)

''ہر وہ چیز جس پر مثال سابق کے بغیر عمل کیا جائے وہ ''بدعت'' کہلاتی ہے۔ اور اس کی پانچ اقسام بدعت واجبہ، بدعت مندوبہ، بدعت محرمہ، بدعت مکروھہ اور بدعت مباحہ ہیں۔ اور ''کل بدعة ضلالة'' والی حدیث عام مخصوص کے قاعدے کے تحت ہے ...... کیونکہ حضور علیہ السلام نے اس چیز کو مسنون نہیں کیا اور نہ ہی یہ کام حضرت ابوبکر ﷜ کے زمانے میں ہوا اسی وجہ سے اس کو ''بدعت'' کا نام دیا گیا ہے اور لفظ ''نعم'' کے ذریعے ایسے (احسن) اُمور کی ترغیب دی گئی تاکہ یہ لفظ ان امور کی فضیلت پر دلالت کرے تاکہ محض لفظ بدعت کی وجہ سے ایسے احسن امور کے کرنے سے منع نہ کیا جائے اور جب کسی امر کے ساتھ کلمہ ''نعم'' لگا دیا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ امر تمام محاسن کا جامع ہے اور اگر لفظ ''بئس'' لگا دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ امر تمام برائیوں کا جامع ہے۔'' اور قیام رمضان حقیقت میں سنت کا ہی نام ہے نہ کہ بدعت کا جس طرح آقا ﷺ نے اپنے ایک قول میں ارشاد فرمایا (اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر و عمر) میرے بعد میں آنے والے یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔ حضرت عمر ﷜ کے قول ''ینامون عنها'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس نماز سے محروم رہتے ہیں یعنی وہ اس نماز سے خالی ہیں یعنی اول وقت میں نماز پڑھنا آخر وقت میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے اور بعض نے اس کے برعکس کہا اور بعض نے فرق کیا ہے۔ اور اگر تو یہ کہے کہ یہ نماز بدعت نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے حضور ﷺ کا فعل ثابت ہے تو میں کہتا ہوں کہ اول رات میں ہر رات میں یا اس صفت کے ساتھ اس کام کا ہونا ثابت نہیں ہے۔''

---

(۱) الکرمانی، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، ۹: ۵-۱۵۴

(۱۷) علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی المالکیؒ (المتوفی ۸۲۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی صحیح مسلم کی شرح ''اکمال اکمال المعلم'' میں حدیث شریف ''من سن فی الاسلام سنة حسنة'' کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

۲۳۔ التعبير بلفظ السنة في الشر مجاز من مجاز المقابلة كقوله تعالى و مكروا و مكر الله والله خير الماكرين (آل عمران، ۳:۵۴) و يدخل في السنة الحسنة البدع المستحسنة كقيام رمضان والتحضير في المنار أثر فراغ الأذان و عند أبواب الجامع و عند دخول الإمام وكالتصبيح عند طلوع الفجر كل ذلک من الإعانة على العبادة التي يشهد الشرع باعتبارها وقد كان عليٌّ و عمر رضی اللہ عنہما يوقظان الناس لصلاة الصبح بعد طلوع الفجر واتفق أن إمام الجامع الأعظم بتونس وأظنه البرجيني حين أتى ليدخل الجامع سألته إمرأة أن يدعو لابنها الأسير و كان المؤذنون حينئذ يحضرون في المنار فقال لها ما أصاب الناس في هذا يعني التحضير أشد من أمرابنک فكان الشيخ ينكر ذلک عليه و يقول ليس انكاره بصحيح بل التحضير من البدع المستحسنة التي شهد الشرع باعتبارها و مصلحتها ظاهرة قال وهو اجماع من الشيوخ اذ لم ينكروه كقيام رمضان والاجماع على التلاوة ولاشک أنه لا وجه لإنكاره إلّا كونه بدعة ولكنها مستحسنة و يشهد لاعتبارها الأذان والإقامة فإن الأذان للأعلام بدخول الوقت والإقامة بحضور الصلاة و كذلک التحضير هو اعلام بقرب حضور الصلاة (قوله ومن سن في الإسلام سنة سيئه)[1] (قلت) هذه لا يشترط فيها أن ينوى الاقتداء به بدليل

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ۱۰۱۷

۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ، رقم: ۲۵۵۴ ←

حديث ابن آدم القاتل لأخيه ان عليه كفلا من كل نفس قتلت لأنه أول من سن القتل. (۱)

''لفظ سنت کی تعبیر کچھ اس طرح ہے کہ سنت کا لفظ جو ''شر'' کے ساتھ استعمال ہوا ہے وہ مجازی طور پر استعمال ہوا ہے جو کہ مجاز کے مقابلہ میں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ومکروا و مکر اللہ واللہ خیر الما کرین'' (آل عمران، ۳: ۵۴) اور اسی طرح بدعت حسنہ سنت مستحسنہ میں داخل ہے جیسے رمضان المبارک میں قیام کرنا آذان کے لئے منار اور مساجد کے دروازوں پر جانا اور امام کے آنے پر کھڑا ہونا اور اسی طرح صبح کے وقت ایک دوسرے کو سلام کرنا یہ اور اس جیسے دوسرے امور عبادت پر مددگار ہیں اور شرع ان کی تائید کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمرؓ، وعلیؓ طلوع فجر کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے اٹھاتے تھے اور اس امر پر اتفاق ہے کہ تیونس کے عظیم امام (شارع کہتا ہے کہ) میرے گمان میں وہ شیخ البرجینی تھے جب وہ جامع مسجد کی طرف آئے تو ایک عورت نے ان سے استدعا کی کہ وہ اس کے قیدی بیٹے کے لئے دعا کریں اس زمانے میں مؤذن مینار میں حاضر ہوکر اذان دیتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں لوگ کتنا عجیب معاملہ کرتے ہیں یعنی مینار پر حاضر ہونا تیرے بیٹے کے معاملے سے بھی زیادہ عجیب تر ہے شیخ نے اس چیز کا انکار کر دیا انہوں نے کہا کہ اُن کا انکار کرنا درست نہیں ہے کیونکہ تحضیر بدعت مستحسنہ میں سے ہے شرع نے اس کے اعتبار اور ظاہری مصلحت کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا ہے مزید کہا کہ جب انہیں انکار نہیں ہے تو پھر اس پر شیوخ کا اجماع ہے۔ جیسے قیام رمضان اور تلاوت کے لئے مجتمع ہونا اور بلاشبہ اس کے انکار کی کوئی

.... ۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۷۴، مقدمۃ، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم: ۲۰۳

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۳۳۰۸

(۱) وشتانی، إکمال إکمال المعلم، ۷: ۱۰۹

وجہ نہیں سوائے اس کے کہ یہ بدعت ہے لیکن یہ بدعت مستحبّہ ہے اور اذان و اقامت کا اعتبار اس کے بدعت حسنہ ہونے کی گواہی ہے کیونکہ اذان دخول وقت کا اعلان ہے اور اقامت نماز میں حاضر ہونے کا اعلان ہے۔ اسی طرح تخفیر نماز کے قریب آنے کا اعلان ہے حضور ﷺ کے فرمان ''ومن سن فی الاسلام سنة سيئة'' میں ''بدعت سیئہ'' کی اِقتداء شرط نہیں ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کا اپنے بھائی کو قتل کرنا تو اس قاتل پر ہر اس قتل کا بوجھ بھی ہوگا جو بعد میں ہوگا کیونکہ یہ وہ شخص ہے جس نے قتل کا آغاز کیا۔''

(۱۸) اِمام ابو الفضل احمد بن علی بن محمد ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی، ۸۵۲ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' میں بدعت کی تعریف اور تقسیم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

۲۴۔ **والبدعة أصلها ما أحدث علی غير مثال سابق، و تطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتکون مذمومة، والتحقيق أنها إن کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة، و إن کانت مما تندرج مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة، و إلّا فهی من قسم المباح وقد تنقسم إلی الأحکام الخمسة۔**(۱)

''بدعت سے مراد ایسے نئے امور کا پیدا کیا جانا ہے جن کی مثال سابقہ دور میں نہ ملے اور ان امور کا اطلاق شریعت میں سنت کے خلاف ہو پس یہ ناپسندیدہ عمل ہے، اور بالتحقیق اگر وہ بدعت شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ بدعت شریعت میں ناپسندیدہ ہو تو وہ بدعت مستقبحہ یعنی بری بدعت کہلائے گی اور اگر ایسی نہ ہو تو اس کا شمار بدعت مباحہ میں ہوگا۔ بدعت کو شریعت میں پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے (واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ)۔''

---

(۱) ۱۔ عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۴: ۲۵۳

۲۔ شوکانی، نیل الأوطار، ۳: ۶۳

(۱۹) اِمام ابو محمد بدر الدین محمود العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ)

اِمام بدر الدین عینی بدعت کی تعریف اور اس کی تقسیم بیان کرتے ہوئے ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری'' میں رقمطراز ہیں:

۲۵۔ البدعة فی الأصل احداث أمر لم یکن فی زمن رسول الله ﷺ. ثم البدعة علی نوعین إن کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی بدعة حسنة و إن کانت مما یندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی بدعة مستقبحة.(۱)

''بدعت اصل میں اُس نئے کام کا بجا لانا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں اگر یہ بدعت شریعت کے مستحسنات کے تحت آجائے تو یہ ''بدعتِ حسنہ'' ہے اور اگر یہ شریعت کے مستقبحات کے تحت آجائے تو یہ ''بدعتِ مستقبحة'' ہے۔''

(۲۰) اِمام محمد بن عبدالرحمٰن شمس الدین محمود السخاویؒ (المتوفی ۹۰۲ھ)

علامہ شمس الدین سخاوی اذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنے کو بدعت حسنہ قرار دیتے ہوئے اپنی کتاب ''القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع'' کے صفحہ ۱۹۳ پر رقمطراز ہیں:

۲۶۔ وقد اختلف فی ذلک هل هو مستحب أو مکروه أو بدعة أو مشروع واستدل للأول بقوله تعالٰی و افعلوا الخیر، و معلوم ان الصلٰوة و السلام من أجل القرب لا سیما وقد تواردت الاخبار علی الحث علی ذلک مع ماجاء فی فصل الدعا عقب الأذان والثلث الاخیر من اللیل و قرب الفجر والصواب انه بدعة حسنة

---

(۱) عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ۱۱: ۱۲۶

يزجر فاعله بحسن نية.(۱)

''اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کیا وہ مستحب ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے یا جائز ہے؟ اس کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کے اس قول (وافعلوا الخیر) سے استدلال کیا گیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ و سلام قُرب کے قصد سے پڑھا جاتا ہے خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا میں جدائی کرنے اور تہائی رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔''

(۲۱) اِمام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ)

امام جلال الدین سیوطی اپنے فتاویٰ ''الحاوی للفتاویٰ'' میں علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۲۷۔ أن البدعة لم تنحصر في الحرام و المكروه، بل قد تكون أيضاً مباحة و مندوبة و واجبة. قال النوويؒ في تهذيب الأسماء واللُّغات، البدعة في الشرع هي إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ وهي منقسمة إلى حسنة و قبيحة، وقال الشيخ عز الدين بن عبدالسلامؒ في القواعد: البدعة منقسمة إلى واجبة و محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة قال: والطريق فى ذلك أن نعرض البدعة على قواعد الشريعة فإذا دخلت فى قواعد الإيجاب فهى واجبة أوفى قواعد التحريم فهى محرمة أو الندب فمندوبة أو المكروه فمكروهة أو المباح فمباحة، وذكر لكل

---

(۱) ۱۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۱۹۳

۲۔ سخاوی، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، ۲: ۳۲۷

قسم من هذه الخمسة أمثلة إلى أن قال: و للبدع المندوبة أمثلة، منها أحداث الربط والمدارس وكل إحسان لم يعهد في العصر الأول، ومنها التراويح والكلام في دقائق التصوف وفي الجدل، ومنها جمع المحافل للإستدلال في المسائل إن قصد بذلك وجه الله تعالى.(١)

''بدعت حرام اور مکروہ تک ہی محصور نہیں ہے بلکہ اسی طرح یہ مباح، مندوب اور واجب بھی ہوتی ہے جیسے کہ امام نووی اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء و اللغات'' میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں بدعت اس عمل کو کہتے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہ ہوا ہو اور یہ بدعت، بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم ہوتی ہے اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام اپنی کتاب ''القواعد الأحکام'' میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بدعت کی تقسیم واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح کے اعتبار سے ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم بدعت کو شریعت کے قواعد پر پیش کریں اگر وہ بدعت قواعدِ ایجاب کے تحت داخل ہو تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہو تو حرام ہے اور اگر قواعدِ اِستحباب کے تحت داخل ہو تو مستحب ہے اور اگر کراہت کے قاعدہ کے تحت داخل ہو تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے اور انہوں نے ان پانچ اقسام کی مثالیں بیان کی ہیں جیسے کہ بدعت مندوبہ کی مثال سرائے اور مدارس وغیرہ کا تعمیر کرنا اور ہر وہ اچھا کام جو پہلے زمانے میں نہیں ہوا جیسے کہ نماز تراویح اور علم التصوف کے متعلق گہری معلومات اور مجادلہ سے متعلق معلومات وغیرہ اور اسی میں سے رضائے الٰہی کے لئے مسائل میں استدلال کے لئے محافل کا انعقاد کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔''

---

(١) ١۔ سیوطی، الحاوی للفتاوی، ١: ١٩٢

٢۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، ١: ٦

٣۔ سیوطی، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، ٢: ٤٤٥

سیدنا عمر فاروق ﷺ کے قول ''نعمت البدعۃ ھذہ'' کے ذیل میں نماز تراویح کو بدعت حسنہ قرار دیتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

۲۸۔ عن عمر أنه قال في التراويح: نعمت البدعة هذه(۱) والتي ينامون عنها أفضل فسماها بدعة– يعني بدعة حسنة– و ذلك صريح في أنهالم تكن في عهد رسول الله ﷺ، و قد نص على ذلك الإمام الشافعي و صرح به جماعات من الأئمة منهم الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قسم البدعة إلى خمسة أقسام و قال: ومثال المندوبة صلاة التراويح و نقله عنه النووي في تهذيب الأسماء و اللغات، ثم قال و روى البيهقي بإسناده في مناقب الشافعي عن الشافعي قال: المحدثات في الأمور ضربان، أحدهما ما أحدث مما خالف كتابا أو سنة أو أثرا أو اجماعا فهذه البدعة الضلالة. والثاني ما أحدث من الخير و هذه محدثة غير مذمومة و قد قال عمر في قيام شهر رمضان: نعمت البدعة هذه– يعني أنها محدثة لم تكن–(۲)

''حضرت عمر ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے تراویح کے بارے میں فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں یہ حصہ اس سے بہتر ہے آپ نے اسی وجہ سے اسے بدعت کا نام دیا یعنی بدعت حسنہ۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ چیز آقا علیہ السلام کے زمانے میں نہیں تھی۔ اور اس پر امام شافعیؒ نے نص پیش کی ہے اور پھر ائمہ کی جماعتوں نے بھی

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱/۲۶۶
۴۔ زرقانی، شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ۱/۳۴۰

(۲) سیوطی، الحاوی للفتاوی، ۱/۳۴۸

اس کی وضاحت کی ہے۔ ان میں سے ایک شیخ عز الدین بن عبد السلام ہیں جنہوں نے بدعت کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ جیسے مندوب کی مثال نماز تراویح ہے اور ان سے امام نوویؒ نے اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں نقل کیا ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ مناقب شافعی میں بیان کیا ہے۔ امام شافعی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا محدثات الامور کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک احداث ایسا ہے جو کہ کتاب، سنت، اثر صحابہ (یعنی قول صحابہ) اور اجماع کے مخالف ہے وہی بدعت ضلالہ ہے اور دوسرا احداث جو کہ خیر میں سے ہے اور یہ احداث غیر مذموم ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماہ رمضان میں قیام (یعنی نماز تراویح) کے بارے میں کہا ''نعمتِ البدعةُ هٰذِهِ'' یہ کتنی اچھی بدعت ہے، یعنی یہ ایسا محدثہ ہے جو پہلے نہیں تھا۔''

(۲۲) اِمام ابو العباس اَحمد بن محمد شہاب الدین القسطلانیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان ''نعم البدعة هذه'' کے ضمن میں بدعت کی تعریف اور تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۲۹۔ نعم البدعة هذه[۱] سماها بدعة لأنه ﷺ لم يسن لهم الاجتماع لها ولا كانت في زمن الصديق ولا أول الليل ولا كل ليلة ولا هذا العدد. و هي خمسة واجبة و مندوبة و محرمة و مكروهة و مباحة و حديث ''كل بدعة ضلالة''[۲] من العام المخصوص و

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۷۰۷، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ۱۹۰۶

۲۔ مالک، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰

۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

(۲) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنہ، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنہ، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

قد رغب فيها عمر بقوله نعم البدعة و هی کلمة تجمع المحاسن کلها کما أن بئس تجمع المساوی کلها و قیام رمضان لیس بدعة لأنه ﷺ قال اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر(۱) (رضی الله عنهما) و إذا أجمع الصحابة مع عمر ﷺ علی ذلک زال عنه اسم البدعة. (۲)

"نعم البدعة هذه" کے تحت نماز تراویح کو بدعت کا نام دیا گیا کیونکہ آقا ﷺ نے تراویح کے لئے اجتماع کو مسنون قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی اس طریقے سے حضرت ابوبکر ﷺ کے زمانے میں تھی اور نہ ہی (پابندی کے ساتھ) رات کے ابتدائی حصے میں تھی اور نہ ہی مستقلاً ہر رات پڑھی جاتی تھی اور نہ ہی یہ عدد متعین تھا اور بدعت کی درج ذیل پانچ اقسام واجبه، مندوبه، محرمه، مکروهه، اور مُباحه ہیں اور جیسا کہ حدیث میں ہے۔ "کل بدعة ضلالة" یعنی ہر بدعت گمراہی ہے یہ حکم عام ہے مگر اس سے مراد مخصوص قسم کی بدعات ہیں اور سیدنا عمر فاروق ﷺ نے اپنے قول "نعم البدعة هذه" سے اس (بدعت حسنہ) کی ترغیب دی ہے۔ اور یہ کلمہ (یعنی لفظ نعم) اپنے اندر تمام محاسن سموئے ہوئے ہے جس طرح کہ لفظ بئس اپنے اندر تمام برائیاں سموئے ہوئے ہے۔ اور رمضان المبارک میں (نماز تراویح) کا قیام بدعت نہیں ہے کیونکہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر فاروق ﷺ کے ساتھ قیام رمضان پر اتفاق کیا تو اس طرح قیام رمضان سے بدعت کا اطلاق ختم

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب عن الرسول ﷺ، باب مناقب ابی بکر و عمر، ۵/۶۰۹، رقم: ۳۶۶۲

۲۔ ابن ماجه، السنن، باب فی فضل اصحاب رسول الله ﷺ، ۱/۳۷، رقم: ۹۷

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳/۷۹، رقم: ۴۴۵۱

(۲) قسطلانی، ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ۳: ۲۲۶

ہوگیا۔''

(۲۳) امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف صالحی الشامیؒ (المتوفی ۹۴۲ھ)

امام محمد بن یوسف صالحی شامی اپنی معروف کتاب ''سبل الھدی والرشاد'' میں علامہ تاج الدین فاکہانی کے اس مؤقف ''ان الابتداع فی الدین لیس مباحًا'' کا محاکمہ کرتے ہیں اور اس ضمن میں بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۳۰۔ أن البدعة لم تنحصر في الحرام والمكروه، بل قد تكون أيضاً مباحة و مندوبة و واجبة. قال النوويؒ في تهذيب الأسماء واللُّغات: البدعة في الشرع: هي ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ وهي منقسمة إلى حسنة و قبيحة. وقال الشيخ عز الدين بن عبدالسلام رحمه الله تعالى في القواعد: البدعة منقسمة إلى واجبة و إلى محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة. (۱)

''بدعت کا انحصار صرف حرام اور مکروہ پر نہیں ہے بلکہ بدعت اسی طرح مباح مندوب اور واجب بھی ہوتی ہے۔ امام نوویؒ اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں فرماتے ہیں شریعت میں بدعت اس عمل کو کہتے ہیں جو عہد رسالت مآب ﷺ میں نہ ہوا ہو اور یہ بدعتِ حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم کی جاتی ہے شیخ عزالدین بن عبدالسلام اپنی کتاب قواعد الاحکام میں فرماتے ہیں بدعت واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح میں تقسیم ہوتی ہے۔''

(۲۴) امام عبدالوہاب بن احمد علی الشعرانیؒ (۹۷۳ھ)

امام عبد الوھاب بن احمد علی الشعرانی اپنی کتاب ''الیواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الأکابر'' میں ایک استفتاء کے جواب میں بدعت حسنہ کے شرعی حکم کی وضاحت کرتے

---

(۱) صالحی، سبل الھدی والرشاد، ۱: ۳۷۰

ہوئے لکھتے ہیں:

۳۱۔ (فإن قلت): فهل يلحق بالسنة الصحيحة في وجوب الإذعان لها ما ابتدعه المسلمون من البدع الحسنة؟ (فالجواب): كما قاله الشيخ في الباب الثاني و الستين و مائتين: إنه يندب الإذعان لها ولا يجب كما أشار إليه قوله تعالى: ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ٱبْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَٰهَا عَلَيْهِمْ﴾ (الحديد، ۵۷:۲۷) وكما أشار إليها قوله ﷺ: (من سن سنة حسنة،[1] فقد أجاز لنا ابتداع كل ما كان حسناً وجعل فيه الأجر لمن ابتدعه ولمن عمل به مالم يشق ذلك على الناس).[2]

''اگر تو اعتراض کرے کہ بدعت حسنہ میں سے جو نئی چیز مسلمانوں نے اختیار کی ہے کیا وہ وجوب اقرار میں سنت صحیحہ کے ساتھ (درجہ میں) مل جاتی ہے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس نئی چیز یعنی بدعت حسنہ کا اقرار کرنا مندوب ہے نہ کہ واجب جیسا کہ اس چیز کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے ''ورهبانية ابتدعوها ما كتبنها عليهم'' (الحدید، ۵۷:۲۷) ''انہوں نے اس رہبانیت کو از خود شروع کر لیا تھا یہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی'' اور جیسا کہ اسی چیز کی طرف حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے (من سن

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ۱۰۱۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ، رقم: ۲۵۵۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۷۴، مقدمۃ، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم: ۲۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۳۳۰۸
۶۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۴۱، رقم: ۵۱۴

(۲) شعرانی، الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الأکابر، ۲: ۲۸۸

سنة حسنة) ’’جس نے کوئی اچھا طریقہ شروع کیا اور ہر وہ چیز جو اچھی ہو اسے شروع کرنا ہمارے لیے جائز ہے اور اس میں شروع کرنے والے کے لئے اور اس پر عمل کرنے والے کے لئے اجر رکھ دیا گیا ہے جب تک اس اچھی چیز پر عمل کرنا لوگوں کو مشقت میں نہ ڈالے۔‘‘

(۲۵) امام احمد شہاب الدین ابن الحجر المکی الہیتمیؒ (المتوفی ۹۷۴ھ)

امام ابن حجر مکی ’’الفتاویٰ الحدیثیہ‘‘ میں ایک سائل کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

۳۲۔ و قول السائل نفع الله به وهل الاجتماع للبدع المباحة جائز جوابه نعم هو جائز قال العزالدين بن عبدالسلام رحمه الله تعالى البدعة فعل مالم يعهد فى عهد النبى ﷺ و تنقسم إلى خمسه أحكام يعنى الوجوب والندب الخ وطريق معرفة ذلک أن تعرض البدعة على قواعد الشرع فأى حكم دخلت فيه فهى منه فمن البدع الواجبة تعلم النحو الذى يفهم به القرآن والسنة ومن البدع المحرمة مذهب نحو القدرية ومن البدع المندوبة احداث نحو المدارس والاجتماع لصلاة التراويح ومن البدع المباحة المصافحة بعد الصلاة ومن البدع المكروهة زخرفة المساجد والمصاحف أى بغير الذهب والا فهى محرمة وفى الحديث ”كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار“[1] وهو

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

محمول علی المحرمة لا غير.[1]

''اور سائل کا یہ قول (اللہ تعالیٰ اس سائل کو نفع دے) کہ کیا بدعت مباحہ کے لئے اجتماع جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا کرنا جائز ہے، شیخ عز الدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: بدعت ایسا فعل ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ تھا اور بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی واجب اور ندب ...... الخ، اور اس کی پہچان کا طریقہ کار یہ ہے کہ بدعت کو قواعد شرعیہ پر پرکھا جائے گا پس جس حکم میں وہ بدعت داخل ہو گی تو وہ حکم اس پر لاگو ہو گا الغرض بدعت واجبہ میں سے نحو کا علم سیکھنا ہے جس سے قرآن اور سنت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، اور بدعت محرمہ میں سے نئے مذہب کا بنانا جیسے قدریہ، اور بدعت مندوبہ میں سے قیام مدارس اور نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا، اور بدعت مباحہ میں نماز کے بعد مصافحہ کرنا، اور بدعت مکروہہ میں سے مساجد اور قرآن کی تزئین و آرائش کرنا یعنی سونا استعمال کئے بغیر بصورت دیگر یہ بدعت محرمہ ہوگی اور حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ''کل بدعة ضلالة'' اور ''کل ضلالة في النار'' اس سے مراد بدعت محرمہ ہے اس کے علاوہ اور کچھ مراد نہیں ہے۔''

(۲۶) شیخ محمد شمس الدین الشربینی الخطیب (۹۷۷ھ)

دسویں صدی ہجری کے معروف شافعی عالم دین الشیخ محمد شمس الدین الشربینی الخطیب اپنی کتاب ''مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی ألفاظ المنہاج'' میں لفظ ''وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ مُبْتَدِعٍ لاَ نُكَفِّرُهُ'' کے ذیل میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

۳۳۔ **البدعة منقسمة إلي واجبة و محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة. قال و الطريق في ذلک أن تعرض البدعة علی قواعد**

---

(۱) ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیۃ: ۱۳۰

الشريعة، فان دخلت في قواعد الإيجاب فهي واجبة كالاشتغال بعلم النحو أو في قواعد التحريم فمحرمة كمذهب القدرية و المرجئة و المجسمة و الرافضة. قال والرد على هؤلاء من البدع الواجبة: أي لأن المبتدع من أحدث في الشريعة مالم يكن في عهده صلى الله عليه وسلم، أو في قواعد المندوب فمندوبة كبناء الربط و المدارس و كل إحسان لم يحدث في العصر الأول كصلاة التراويح، أو في قواعد المكروه فمكروه كزخرفة المساجد و تزويق المصاحف، أو في قواعد المباح فمباحة كالمصافحة عقب الصبح و العصر و التوسع في المآكل والملابس، و روى البيهقي بإسناده في مناقب الشافعي رضي الله تعالى عنه: أنه قال: المحدثات ضربان: أحدهما ما خالف كتابا أو سنة أو إجماعا فهو بدعة و ضلالة: و الثاني ما أحدث من الخير فهو غير مذموم.[1]

’’بدعت واجبہ، محرمہ، مندوبہ، مکروہہ اور محرمہ کے تحت تقسیم ہوتی ہے اور انہوں نے کہا اس کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کو قواعد شریعت کے مطابق پرکھا جائے گا۔ اگر وہ وجوب کے قواعد میں داخل ہوئی تو وہ بدعت واجبہ ہوگی جیسے علم النحو کے حصول میں مشغول ہونا یا وہ بدعت قواعد تحریم میں داخل ہوگی تو پھر وہ بدعت محرمہ ہوگی جیسے مذہب قدریہ، مرجئہ، مجسمہ اور رافضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان تمام (باطل مذاہب) کا رد کرنا بدعت واجبہ میں سے ہے کیونکہ مبتدع (بدعتی) نے شریعت میں ایسی چیز ایجاد کی ہے جو کہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں نہ تھی یا پھر وہ مستحب کے قواعد میں داخل ہوگئی تو وہ بدعت مستحبہ ہوگی جیسے سرائے اور مدارس وغیرہ تعمیر کرنا اور ہر وہ اچھی چیز جو پہلے زمانے میں

(۱) شربینی، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی ألفاظ المنہاج، ۴: ۴۳۶

ایجاد نہ ہوئی ہو جیسے نماز تراویح وغیرہ۔ یا پھر وہ قواعد مکروہ میں داخل ہو گی تو وہ بدعت مکروہ ہو گی جیسے مسجدوں کی تزئین اور مصاحف پر نقش نگار کرنا یا وہ قواعد مباح میں داخل ہو گی تو وہ مباح کہلائے گی۔ جیسے (نماز) فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے اور پینے میں وسعت (اختیار) کرنا اور اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ مناقب شافعی میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محدثات کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک وہ جو کتاب وسنت یا اجماع کے مخالف ہے وہی بدعت ضلالہ ہے اور دوسری وہ جو خیر میں سے ایجاد کی گئی ہو پس وہی بدعت غیر مذموم ہے۔''

(۲۷) اِمام ملا علی بن سلطان محمد القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ)

اِمام ملا علی قاریؒ اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکاۃ میں بدعت کی اَقسام اور ان کی تفصیلات نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۳۴۔ قال الشيخ عزالدين بن عبدالسلام فی آخر کتاب القواعد البدعة أما واجبة کتعلم النحو لفهم کلام الله و رسوله و کتدوين اصول الفقه و الکلام فی الجرح و التعديل، وأما محرمة کمذهب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمة والرد علی هؤلاء من البدع الواجبة لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض کفاية، و أما مندوبة کاحداث الربط والمدارس وکل إحسان لم يعهد فی الصدر الأول و کالتراويح أی بالجماعة العامة و الکلام في دقائق الصوفية. و أما مکروهة کزخرفة المساجد و تزويق المصاحف يعني عند الشافعية و أما عند الحنفية فمباح، وأما مباحة کالمصافحة عقيب الصبح والعصر أی عند الشافعية ايضًا وإلا فعند الحنفية مکروه والتوسع فی لذائذ الماکل والمشارب

والمساكن وتوسيع الاكمام۔[1]

"شیخ عزالدین بن عبد السلام "القواعد البدعة" کے آخر میں فرماتے ہیں۔
بدعت واجبہ میں قرآن اور حضور ﷺ کے کلام کو سمجھنے کے لیے نحو کا سیکھنا، اصول فقہ کی تدوین کرنا اور علم جرح و التعدیل کا حاصل کرنا ہے، جبکہ بدعت محرمہ میں نئے مذاہب کا وجود ہے جیسے جبریہ، قدریہ، مرجئہ اور مجسمہ اور ان تمام کا رد بدعت واجبہ سے کیا جائے گا۔ کیوں کہ اسی بدعت سے شریعت کی حفاظت کرنا فرض کفایہ ہے، جبکہ بدعت مندوبہ میں سرائے اور مدارس کا قیام اور ہر قسم کی نیکی کا فروغ جو اسلام کے ابتدائی دور میں نہ تھی جیسے باجماعت نماز تراویح اور تصوف کے پیچیدہ نکات و رموز پر گفتگو کرنا شامل ہیں۔

بدعت مکروھہ میں شوافع کے ہاں مساجد اور قرآن کی تزئین و آرائش کرنا ہے جبکہ احناف کے ہاں یہ مباح ہے، اور بدعت مباحہ میں شوافع کے ہاں فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا اور احناف کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اسی طرح لذیذ کھانے، پینے اور گھروں اور آستینوں کو وسیع کرنا (بھی بدعت مباحہ) میں شامل ہے۔"

کل بدعة ضلالة کی شرح

۱۔ امام ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) حدیث مبارکہ "کل بدعة ضلالة" کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۵۔ أی کل بدعة سیئة ضلالة، لقوله علیه الصلوة والسلام "من سنّ فی الاسلام سنّة حسنة فله اجرها و أجر من عمل بها"[2] و جمع

---

(۱) ا۔ ملا علی قاری، مرقاة شرح مشکوة، ۱: ۲۱۶

(۲) ا۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوة، باب الحث علی الصدقة، رقم: ۱۰۱۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقة، رقم: ۲۵۵۴
۳۔ ابن ماجه، السنن، ۱: ۷۴، مقدمة، باب من سنّ سنة حسنة أو سیئة، رقم: ۲۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

ابوبکر و عمر القرآن و کتبه زید فی المصحف و جدد فی عهد عثمان رضی الله عنه۔(1)

''یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے'' جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس عمل کا اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر ملے گا۔'' اور یہ کہ حضرت شیخین ابوبکر رضی الله عنه اور عمر رضی الله عنه نے قرآن کریم کو جمع کیا اور حضرت زید رضی الله عنه نے اس کو صحیفہ میں لکھا اور عہد عثمانی میں اس کی تجدید کی گئی۔''

۲۔ امام ابن حجر مکیؒ (متوفی، ۹۷۶ھ) اِسی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۳۶۔ و فی الحدیث کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار(2) **و هو محمول علی المحرمة لا غیر۔**(3)

''اور جو حدیث میں ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی'' اس حدیث کو بدعت محرمہ پر محمول کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اور کسی پر نہیں۔''

---

(1) ا۔ ملا علی قاری، مرقاة، شرح مشکاة، ۱: ۲۱۶

(2) ا۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵
۶۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۱: ۴۴۶، رقم: ۷۸۶
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۴۹، رقم: ۶۲۴

(3) ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیة: ۱۳۰

(۲۸) الشيخ عبد الحميد الشروانیؒ (ھ)

علامہ شیخ عبد الحمید الشروانی اپنی کتاب ''حواشی الشروانی'' میں بدعت کا حکم اور اس کی تفصیلات نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

۳۷۔ (قوله لا نكفره ببدعته) قال الزركشي و لا نفسقه بها (فائدة) قال ابن عبد السلام البدعة منقسمة إلى واجبة و محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة قال والطريق في ذلک أن تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت في قواعد الإيجاب فهي واجبة كالاشتغال بعلم النحو أو في قواعد التحريم فمحرمة كمذهب القدرية والمرجئة والمجسمة والرافضة قال والرد على هؤلاء من البدع الواجبة أى لان المبتدع من أحدث في الشريعة ما لم يكن في عهده صلى الله عليه وسلم أو في قواعد المندوب فمندوبة كبناء الربط والمدارس و كل إحسان لم يحدث في العصر الأول كصلاة التراويح أو في قواعد المكروه فمكروهة كزخرفة المساجد و تزويق المصاحف أو في قواعد المباح فمباحة كالمصافحة عقب الصبح و العصر والتوسع في المآكل و الملابس وروى البيهقي باسناده في مناقب الشافعي ﷺ أنه قال المحدثات ضربان أحدهما ما خالف كتابا أوسنة أو اجماعا فهو بدعة و ضلالة و الثاني ما أحدث من الخير فهو غير مذموم.(۱)

''شارح علامہ عبدالحمید الشروانی مبتدع کے بارے میں مؤلف کی عبارت ''لا نکفرہ ببدعہ'' اور امام زرکشی کے الفاظ ''ولا نفسقہ بہا'' کے حوالے سے بدعت کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا

(۱) شروانی، حواشی الشروانی، ۱۰:۲۳۵

ہے کہ بدعت واجبہ، محرمہ، مندوبہ، مکروہۃ اور محرمہ کے تحت تقسیم ہوتی ہے اور انہوں نے کہا اس کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کو قواعد شریعت کے مطابق پرکھا جائے گا۔ اگر وہ وجوب کے قواعد میں داخل ہوئی تو وہ بدعت واجبہ ہوگی جیسے علم النحو کے حصول میں مشغول ہونا یا وہ بدعت قواعد تحریم میں داخل ہوگی تو پھر وہ بدعت محرمہ ہوگی جیسے مذہب قدریہ، مرجئہ، مجسمہ اور رافضہ (کا بنانا بدعت محرمہ) ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان تمام (باطل مذاہب) کا رد کرنا بدعت واجبہ میں سے ہے کیونکہ مبتدع (بدعتی) نے شریعت میں ایسی چیز ایجاد کی ہے جو کہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں نہ تھی یا پھر وہ مستحب کے قواعد میں داخل ہوگئی تو وہ بدعت مستحبہ ہوگی جیسے سرائے اور مدارس وغیرہ تعمیر کرنا اور ہر وہ اچھی چیز جو پہلے زمانے میں ایجاد نہیں ہوئی ہو جیسے نماز تراویح وغیرہ یا پھر وہ قواعد مکروہ میں داخل ہوگی تو وہ بدعت مکروہہ ہوگی جیسے مسجدوں کی تزئین اور مصاحف پر نقش نگار کرنا یا وہ قواعد مباح میں داخل ہوگی تو وہ چیز مباح کہلائے گی جیسے (نماز) فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے میں وسعت (اختیار) کرنا اور اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ مناقب شافعی میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ محدثات کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک وہ جو کتاب و سنت یا اجماع کے مخالف ہے وہی بدعت ضلالہ ہے اور دوسری وہ جو خیر میں سے ہو پس وہی پسندیدہ ہے۔"

(۲۹) امام محمد عبدالرؤوف زین الدین المناوی الشافعیؒ (۱۰۳۱ھ)

امام محمد عبدالرؤوف المناوی اپنی کتاب "فیض القدیر شرح الجامع الصغیر" میں بدعت کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۸۔ المراد بالبدعة هنا اعتقاد مذهب القدرية أو الجبريه أو المرجئه أو المجسمة و نحوهم فإن البدعة خمسة أنواع وهي هذه واجبة و هي نصب أدلة المتكلمين للرد على هؤلاء و تعلم النحو الذي

به يفهم الكتاب والسنة و نحو ذلک و مندوبة کإحداث نحو رباط و مدرسة وكل إحسان لم يعهد في الصدر الأول و مكروهة كزخرفة مسجد و تزويق مصحف و مباحة كالمصافحة عقب صبح و عصر و توسع في لذيذ مأكل و مشرب و ملبس و مسكن و لبس طيلسان و توسيع أكمام ذكره النووي في تهذيبه.(۱)

''بدعت سے مراد مذہب قدریہ، جبریہ، مرجئہ، مجسمہ اور دیگر مذاہب باطلہ کے عقائد ہیں۔ بے شک بدعت کی پانچ اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں پہلی بدعت واجبہ ہے اور وہ یہ کہ ان تمام مذاہب کو رد کرنے کے لئے متکلمین کے دلائل پیش کرنا اور اسی طرح علم نحو کا سیکھنا تاکہ قرآن وسنت کو سمجھا جا سکے اور اس جیسے دیگر علوم کا حاصل کرنا بدعت واجبہ میں سے ہے اور اسی طرح سرائے اور مدارس وغیرہ بنانا اور ہر اچھا کام جو کہ زمانہ اول میں نہ تھا اسے کرنا بدعت مستحبہ میں شامل ہے اور اسی طرح مسجد کی تزئین اور قرآن مجید کے اوراق کو منقش کرنا بدعت مکروہہ میں شامل ہے اور اسی طرح (نماز) فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا اور لذیذ کھانے، پینے، پہننے، رہنے اور سبز چادر استعمال کرنے میں توسیع کرنا اور آستینوں کا کھلا رکھنا بدعت مباحہ میں سے ہے۔ اس کو امام نووی نے اپنی تہذیب میں بیان کیا ہے۔''

(۳۰) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''اشعۃ اللمعات'' میں بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۹۔ بعض بدعتها ست كه واجب است چنانچه تعلم و تعليم

---

(۱) مناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ۱: ۴۳۹

صرف و نحو که بداں معرفت آیات و احادیث حاصل گردد و حفظ غرائب کتاب و سنت و دیگر چیز ھانیکه حفظ دین وملت براں موقوف بود، و بعض مستحسن و مستحب مثل بنائے رباطہا و مدرسہا، وبعض مکروه مانند نقش و نگار کردن مساجد و مصاحف بقول بعض و بعض مباح مثل فراخی در طعامهائے لذیذه و لباسہائے فاخره بشرطیکه حلال باشند و باعث طغیان و تکبر و مفاخرت نشوند، و مباحات دیگر که در زمان آنحضرت ﷺ نبودند چنانکه بیری و غربال و مانند آن، و بعض حرام چنانکه مذاهب اهل بدع و اهو ابر خلاف سنت و جماعت و انچه خلفائے راشدین کرده باشند۔[1]

’’بعض بدعتیں ایسی ہیں جو کہ واجب ہیں مثلاً علمِ صرف و نحو کا سیکھنا اور سکھانا کہ ان کے ذریعے آیات و احادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے، اسی طرح کتاب و سنت کے غرائب اور دوسری بہت سی چیزوں کو حفظ کرنا جن پر دین و ملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اور کچھ بدعات مستحسن اور مستحب ہیں جیسے سرائے اور دینی مدرسے تعمیر کرنا، اور بعض بدعات بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہیں جیسے مساجد اورقرآن حکیم کی آرائش و زیبائش کرنا۔ بعض بدعات مباح ہیں جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور لباس فاخرہ کی فراوانی کا حسب ضرورت استعمال، لیکن شرط یہ ہے کہ حلال ہو اور سرکشی، تکبر و رعونت اورفخر کا باعث نہ ہو، اور دوسری ایسی مباحات جو کہ حضور ﷺ کے زمانے میں نہ تھیں جیسے کہ آٹے کو چھلنی سے چھانا وغیرہ۔ بعض بدعات حرام ہیں ان میں اہل بدعت کے نفسانی خواہشات کی اتباع میں نئے مذاہب ہیں جو سنت

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱: ۱۲۵

مصطفیٰ ﷺ، جماعت اور خلفائے راشدین کے طریقوں کے خلاف ہیں۔

(۳۱) علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفیؒ (المتوفی ۱۰۸۸ھ)

علامہ علاؤ الدین محمد حصکفی بھی بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ میں کرتے ہیں لہٰذا اذان کے بعد سلام پڑھنے کو بدعتِ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۳۰۔ **التسليم بعد الأذان حدث في ربيع الاخر سنة سبعمائة واحدى و ثمانين في عشاء ليلة الإثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث في الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة.** (۱)

''اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری (۷۸۱ھ) کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی، اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔''

(۳۲) امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکیؒ (المتوفی ۱۱۲۲ھ)

امام محمد عبدالباقی زرقانی حدیث ''نعمت البدعة هذه'' کے ذیل میں بدعت کا مفہوم اور اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۱۔ **سماها بدعة لانه ﷺ لم يسن الإجتماع لها، و هو لغة ما أحدث علي غير مثال سبق، و تطلق شرعاً علي مقابل السنة و هي مالم يكن في عهده ﷺ ثم تنقسم إلى الأحكام الخمسة و حديث كل بدعة ضلالة(۲) عام مخصوص وقد رغب فيها عمر.** (۳)

---

(۱) حصکفی، درمختار علی حاشیۃ الرد، ۱: ۳۶۲

(۲) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

(۳) زرقانی، شرح المؤطا، ۱: ۲۳۸

’’باجماعت نماز تراویح کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے لئے اجتماع سنت قرار نہیں دیا اور لغوی اعتبار سے بدعت اس عمل کو کہتے ہیں جو مثالِ سابق کے بغیر ایجاد کیا گیا ہو اور شرعی طور پر بدعتِ سیئہ کو سنت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ عمل ہوتا ہے جسے عہدِ رسالت ﷺ میں نہ کیا گیا ہو پھر بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی جاتی ہیں اور حدیث ’’کل بدعة ضلالة‘‘ عام مخصوص ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس (نماز تراویح) کی ترغیب دی ہے۔‘‘

(۳۳) علامہ مرتضیٰ حسینی الزبیدی الحنفیؒ (۱۲۰۵ھ)

علامہ مرتضیٰ زبیدی حنفی معروف ماہر لغت ہیں وہ اپنی شہرہ آفاق لغت ’’تاج العروس من جواہر القاموس‘‘ میں بدعت کی تعریف اور تقسیم نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۴۔ و قال ابن السکيت: البدعَةُ: کُلُّ محدثةٍ و فی حدیثِ قِیَامِ رَمَضَانَ (نعمت البدعة هٰذِه)(۱) و قال ابن الأثیر البدعة بدعتان: بدعة هدًی، و بدعة ضلال، فما کان فی خلاف ما أمر اﷲ به فهو فی حیز الذّم والإنکار، وما کان واقعا تحت عموم ما ندب اﷲ إلیه و حضّ علیه أو رسوله فهو فی حیز المدح، وما لم یکن له مثال موجود کنوع من الجود والسخاء و فعل المعروف فهو من الأفعال المحمودة، ولا یجوز أن یکون ذلک فی خلاف ما ورد الشرع به؛ لأن النبی ﷺ قد جعل له فی ذلک ثوابا فقال من سنّ سُنة حسنة کان له أجرها و أجر من عمل بها وقال فی ضِدّه

---

(۱) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰

ومن سنّ سنة سيّئة كان عليه وزرُها ووِزرُ من عمل بها[۱] و ذٰلک إذا كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله ﷺ قال: ومن هذا النوع قول عمر ﷺ: نِعمت البدعة هذه. لمّا كانت من أفعال الخير وداخلة في حيز المدح سماها بدعة ومدحها؛ لأن النبی ﷺ لم يَسُنّها لهم، و إنما صلّاها ليالی ثم تركها، ولم يحافظ عليها، ولا جمع الناس لها، ولا كانت في زمن أبي بكر ﷺ، وانما عمر ﷺ جمع الناس عليها و ندبهم إليها، فبهذا سمّاها بدعة، وهی على الحقيقة سنّة، لقوله ﷺ (عليكم بسنّتی و سنّة الخلفاء الراشدين من بعدی)[۲] وقوله ﷺ (اقتدوا باللذين من بعدی أبی بكر و عمر)[۳] و على هذا التأويل يحمل

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ۱۰۱۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ، رقم: ۲۵۵۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۷۴، مقدمۃ، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم: ۲۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹
۵۔ ابن ابی شیبۃ، المصنف، ۲: ۳۵۰، رقم: ۹۸۰۳
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۷۵، رقم: ۷۵۳۱

(۲) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب عن الرسول ﷺ، باب مناقب ابی بکر و عمر، ۵/۶۰۹، رقم: ۳۶۶۲
۲۔ ابن ماجہ، السنن، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ، ۱/۳۷، رقم: ۹۷
۳۔ حاکم، المستدرک، ۳/۷۹، رقم: ۴۴۵۱

الحديث الآخر (كل محدثة بدعة) إنما يريد ما خالف أصول الشريعة ولم يوافق السُّنّة.(۱)

''ابن سکّیت نے کہا ہے کہ بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں اور جیسا کہ حدیث قیام رمضان میں ''نعمتِ البدعة هذه'' ہے اور ابن اثیر نے کہا ہے بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعت حدی اور بدعت ضلال جو کام اللہ ﷻ کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو اور اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے جود وسخاء کی اقسام اور دوسرے نیک کام، پس وہ اچھے کاموں میں سے ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا جو برے کام کی ابتداء کرے گا اس کے بارے میں فرمایا: جس شخص نے برے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس برائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو۔ اور اِسی قسم (یعنی بدعتِ حسنہ) میں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ''نعمت البدعة هذه'' ہے پس جب کوئی کام افعالِ خیر میں سے ہو اور مقام مدح میں داخل ہو تو اسے (لغوی اعتبار سے) بدعت کہا جائے گا مگر اس کی تحسین کی جائے گی کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس (باجماعت نماز تراویح کے) عمل کو ان کے لئے مسنون قرار نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے چند راتیں اس کو پڑھا پھر (باجماعت پڑھنا) ترک کردیا اور (بعد میں) اس پر محافظت نہ فرمائی اور نہ ہی لوگوں کو اس کے

(۱) مرتضی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ۱۱: ۹

لئے جمع کیا اور بعد میں نہ ہی یہ صدیق اکبر ﷛ کے دور میں (با جماعت) پڑھی گئی پھر سیدنا عمر فاروق ﷛ نے لوگوں کو اس پر جمع کیا اور ان کو اس کی طرف متوجہ کیا پس اس وجہ سے اس کو بدعت کہا گیا درآں حالیکہ یہ حضور ﷺ کے اس قول "علیکم بسنّتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی" اور اس قول "اقتدوا باللذین من بعدی أبی بکر و عمر" کی وجہ سے حقیقت میں سنت ہے پس اس تاویل کی وجہ سے حدیث "کل محدثة بدعة" کو اصول شریعت کی مخالفت اور سنت کی عدم موافقت پر محمول کیا جائے گا۔"

(۳۴) علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامیؒ (۱۲۵۲ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی اپنی کتاب ''رد المحتار علی در المختار'' میں لفظ 'صاحب بدعۃ' کا مفہوم و مراد واضح کرتے ہوئے اور بدعت کی متعدد اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴۳۔ (قوله أی صاحب بدعة) أی محرمة وإلّا فقد تکون واجبة کنصب الأدلة للرد علی أهل الفرق الضالة و تعلم النحو المفهم للکتاب والسنة و مندوبة کإحداث نحو رباط و مدرسة و کل إحسان لم یکن فی الصدر الأول و مکروهة کزخرفة المساجد و مباحة کالتوسع بلذیذ المآکل والمشارب و الثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تهذیب النووی و مثله فی الطریقة المحمدیة للبرکلی. (۱)

"(قوله أی صاحب بدعة) ان کے قول صاحب بدعت سے مراد بدعت محرمہ ہے اور اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر بدعت واجبہ مراد ہے جیسے گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا اور علم النحو کا سیکھنا جو کہ کتاب و سنت کو سمجھانے کا باعث

---

(۱) ابن عابدین شامی، رد المحتار علی در المختار، ۱: ۳۷۶

ہے اور اسی طرح بدعت مندوبہ ہوتی ہے جیسے سرحدی چوکیوں، مدارس اور وہ اچھے کام جو پہلے زمانہ میں نہ تھے ان کا ایجاد کرنا وغیرہ اور اسی طرح مساجد کی تزئین کرنا بدعت مکروہ ہے۔ اور اسی طرح لذیذ کھانے مشروبات اور پہننے وغیرہ کی چیزوں میں وسعت اختیار کرنا بدعت مباحہ ہے اور اسی طرح امام مناوی کی ''جامع الصغیر'' میں، امام نووی کی ''تہذیب'' میں اور امام برکلی کی ''الطریقۃ المحمدیہ'' میں بھی ایسے ہی درج ہے۔

(۳۵) شیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۵ھ)

یمن کے معروف غیر مقلد عالم شیخ شوکانی حدیث عمر ''نعمت البدعۃ ھذہ'' کے ذیل میں فتح الباری کے حوالے سے اقسام بدعت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴۴۔ **البدعة أصلها ما أحدث علی غیر مثال سابق و تطلق فی الشرع علی مقابلة السنة فتکون مذمومة والتحقیق إنها إن کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة وإن کانت مما یندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة و إلّا فهی من قسم المباح و قد تنقسم إلی الأحکام الخمسة.** (۱)

''لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلا شبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔''

(۳۶) علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ)

ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی اپنی تفسیر ''روح المعانی فی تفسیر

---

(۱) شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الأخبار، ۳: ۶۳

القرآن العظیم والسبع المثانی'' میں علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۵۔ و تفصيل الكلام فى البدعة ما ذكره الإمام محي الدين النووى فى شرح صحيح مسلم. قال العلماء: البدعة خمسة أقسام واجبة، و مندوبة، و محرمة، و مكروهة، ومباحة فمن الواجبة تعلم أدلة المتكلمين للرد على الملاحدة والمبتدعين و شبه ذلک، ومن المندوبة تصنيف كتب العلم وبناء المدارس والربط و غير ذلک، ومن المباحة التبسط فى ألوان الأطعمة و غير ذلک، والحرام والمكروه ظاهران، فعلم أن قوله ﷺ (كل بدعة ضلالة)(۱) من العام المخصوص.

و قال صاحب جامع الاصول: الابتداع من المخلوقين إن كان فى خلاف من أمر الله تعالى به و رسوله ﷺ فهو فى حيز الذم والانكار وإن كان واقعاً تحت عموم ما ندب الله تعالى إليه و حض عليه أو رسوله ﷺ فهو فى حيز المدح وإن لم يكن مثاله موجوداً كنوع من الجود والسخاء و فعل المعروف، و يعضد ذلک قول عمر بن الخطاب رضی الله عنه فى صلاة التراويح: نعمت البدعة هذه.(۲)

---

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۶۷، رقم: ۷۵۱۶
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۱۷۴، رقم: ۳۲۹

(۲) آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ۱۴: ۱۹۲

''بدعت کی تفصیلی بحث امام محی الدین النووی نے اپنی کتاب شرح صحیح مسلم میں کی ہے اور دیگر علماء نے کہا ہے بدعت کی پانچ اقسام بدعتِ واجبہ، بدعتِ مستحبہ، بدعتِ محرمۃ، بدعتِ مکروھۃ اور بدعتِ مباحۃ ہیں۔ بدعتِ واجب میں سے یہ ہے کہ ملحدین، مبتدعین اور اس جیسے دیگر شبہات کو رد کرنے کے لیے علم الکلام کا حاصل کرنا۔ اور بدعت مستحب کی دلیل یہ ہے کہ کوئی علمی کتاب تصنیف کرنا، مدرسے بنانا، سرائے یا اس جیسی دیگر چیزیں بنانا اس میں شامل ہے اور بدعتِ مباحۃ جیسے رنگ برنگے کھانے اور اس طرح کی چیزوں میں اضافہ وغیرہ جبکہ حرام اور مکروہ دونوں واضح ہیں۔ پس یہ جان لینا چاہئے کہ حضور ﷺ کے قول ''کل بدعۃ ضلالۃ'' میں عام سے خاص مراد ہے۔ اور صاحب جامع الاصول فرماتے ہیں کہ بدعات کی چند اقسام ہیں جو کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور اگر کسی (کام) کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے جود وسخا کی اقسام اور دوسرے نیک کام اور جس طرح صلاۃ التراویح میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے تقویت ملتی ہے کہ یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔''

(۳۷) مولانا احمد علی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ)

مولانا احمد علی سہارنپوری صحیح بخاری کے حاشیہ میں بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴۶۔ البدعة أصلها ما أحدث علی غیر مثال سابق و یطلق فی الشرع فی مقابلة السنة فتکون مذمومة والتحقیق إنها إن کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة و إن کانت مما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة وإلّا فهی من

قسم المباح و قد تنقسم الی احکام خمسة قاله فی الفتح ای واجبة و مندوبة و محرمة و مکروهة و مباحة کذا فی الکرمانی قال محمد فی المؤطا لا باس فی شهر رمضان ان یصلی الناس تطوعا و قد روی عن النبی ﷺ ما راه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن وما راه المسلمون قبیحا فهو عندالله قبیح[1]. و فی الفتح قال ابن التین وغیره استنبط عمر ذلک من تقریر النبی ﷺ من صلی معه فی تلک اللیالی و ان کان کره ذلک لهم فانما کرهه خشیة ان یفرض علیهم و کان هذا هوا السر فی ایراد البخاری لحدیث عائشة عقب حدیث عمر فلما مات ﷺ حصل الامن من ذلک.[2]

''بدعت سے مراد وہ عمل ہے جو مثال سابق کے بغیر کیا جائے شریعت میں عام طور پر اسے سنت کے مقابلے میں بیان کیا جاتا ہے لہٰذا اس صورت میں یہ مذموم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ شریعت کے مستحسنات کے تحت آ جائے تو اسے بدعت حسنہ کہیں گے اور اگر یہ شریعت کے مستقبحات کے تحت آ جائے تو اسے **بدعت مستقبحة** کہیں گے اور اگر یہ دونوں کے تحت نہ آئے تو اسے بدعت مباحہ میں شمار کیا جائے گا اور بے شک یہ پانچ اقسام میں تقسیم ہوتی ہے جیسا کہ صاحب فتح الباری نے کہا کہ یہ واجب، مندوب، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ ہیں اور اسی طرح شرح کرمانی میں ہے امام محمد نے موطا میں

---

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۵: ۴۱۳، رقم: ۱۸۱۶

۲۔ طیالسی، المسند، ۱: ۳۳، رقم: ۲۴۶

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۱۱۲، رقم: ۸۵۸۳

۴۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۵۴

۵۔ بیہقی، الاعتقاد، ۱: ۳۲۲

(۲) سہارنپوری، حاشیہ بخاری، ۱: ۲۶۹

ذکر کیا ہے کہ لوگوں کے ماہ رمضان میں نوافل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کام مسلمانوں کی نظر میں اچھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جو کام مسلمانوں کی نظر میں قبیح ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے۔ فتح الباری میں مذکور ہے کہ ابن متین اور دیگر ائمہ نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور علیہ السلام کی تقریر سے اسی طرح کا استنباط کرتے ہوئے کہا کہ جس نے بھی ان راتوں میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اگر اس میں ان کے لئے کراہت تھی تو وہ اس ڈر سے کراہت تھی کہ کہیں وہ (نماز) ان پر فرض نہ ہو جائے اور یہ وہ راز تھا جسے امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد حضرت عائشہ کی حدیث سے مراد لیا ہے، جب حضور ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو اس (نماز کی فرضیت) کا خوف جاتا رہا۔“

(۳۸) نواب صدیق حسن خان بھوپالی (المتوفی ۱۳۰۷ھ)

غیر مقلدین کے نامور عالم دین نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ ہر نئے کام کو بدعت کہہ کر مطعون نہیں کیا جائے گا بلکہ بدعت صرف اس کام کو کہا جائے گا جس سے کوئی سنت متروک ہو اور جو نیا کام کسی امرِ شریعت سے متناقض نہ ہو وہ بدعت نہیں بلکہ مباح اور جائز ہے شیخ وحید الزماں اپنی کتاب ہدیۃ المہدی کے صفحہ ۱۱۷ پر بدعت کے حوالے سے علامہ بھوپالی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

۴۷۔ البدعة الضلالة المحرمة هي التي ترفع السنة مثلها والتي لا ترفع شيئا منها فليست هي من البدعة بل هي مباح الاصل.[1]

”بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔“

---

(۱) وحید الزمان، ہدیۃ المہدی: ۱۱۷

(۳۹) مولانا وحید الزمان (المتوفی ۱۳۲۷ھ)

مشہور غیر مقلد عالم دین مولانا وحید الزمان بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴۸۔ **اما البدعة اللغوية فهي تنقسم إلى مباحة ومكروهة و حسنة و سيئة قال الشيخ ولي الله من أصحابنا من البدعة بدعة حسنة كالأخذ بالنواجذ لما حث عليه النبي ﷺ من غير عزم كالتراويح ومنها مباحة كعادات الناس في الأكل والشرب واللباس وهي هنيئة قلت تدخل في البدعات المباحة استعمال الورد والرياحين والأزهار للعروس ومن الناس من منع عنها لاجل التشبه بالهنود الكفار قلنا إذا لم ينو التشبه أوجرى الأمر المرسوم بين الكفار في جماعة المسلمين من غير نكير فلا يضر التشبه ككثير من الاقبية والالبسة التي جاء ت من قبل الكفار ثم شاعت بين المسلمين وقد لبس النبي ﷺ جبة رومية ضيقة الكمين و قسم الا قبية التي جاء ت من بلاد الكفار على أصحابه و منها ما هي ترك المسنون و تحريف المشروع وهي الضلالة وقال السيد البدعة الضلالة المحرمة هي التي ترفع السنة مثلها والتي لا ترفع شيئا منها فليست هي من البدعة بل هي مباح الأصل.(۱)**

''باعتبار لغت کے بدعت کے حسب ذیل اقسام ہیں: بدعت مباحہ، بدعت مکروھہ، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ نبی ﷺ نے اس کو واجب کیے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح۔ بدعات

(۱) وحید الزمان، ہدیۃ المہدی: ۱۱۷

میں سے ایک بدعت مباحہ ہے جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دولہا، دلہن کے لئے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعات مباحہ میں داخل ہے بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی رسم مسلمانوں میں بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قباء اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود نبی اکرم ﷺ نے تنگ آستینوں والا رومی جبّہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا ہے اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیۂ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔''

(۴۰) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (۱۳۵۳ھ)

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری بدعت لغوی اور بدعت شرعی کی تقسیم بیان کرتے ہوئے تحفۃ الأحوذی میں لکھتے ہیں:

۳۹۔ بقوله كل بدعة ضلالة(۱) والمراد بالبدعة ما أحدث مما لا أصل له في الشريعة يدل عليه واما ما كان له أصل من الشرع يدل

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

عليه فليس ببدعة شرعا و إن كان بدعة لغة فقوله ﷺ كل بدعة ضلالة من جوامع الكلم لا يخرج عنه شئ وهو أصل عظيم من أصول الدين واما ما وقع في كلام السلف من استحسان بعض البدع فإنّما ذلك في البدع اللغوية لا الشرعية فمن ذلك قول عمر رضی الله عنه في التراويح (نعمت البدعة هذه)(۱) و روى عنه أنه قال إن كانت هذه بدعة فنعمت البدعة ومن ذلك أذان الجمعة الأول زاده عثمان رضی الله عنه لحاجة الناس إليه و اقره عليٌّ واستمر عمل المسلمين عليه و روى عن ابن عمر أنه قال هو بدعة و لعله أراد ما أراد ابوه في التراويح.(۲)

''حضور ﷺ کے قول ''کل بدعة ضلالة'' (ہر بدعت گمراہی ہے) میں بدعت سے مراد ایسی نئی چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے اور وہ چیز جس کی اصل شریعت میں موجود ہو جو اس پر دلالت کرے اسے شرعاً بدعت نہیں کہا جا سکتا اگرچہ وہ لغتاً بدعت ہوگی کیونکہ حضور علیہ السلام کا قول ''کل بدعة ضلالة'' جوامع الکلم میں سے ہے اس سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ یہ دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور اَسلاف کے کلام میں جو بعض بدعات کو مستحسنہ قرار دیا گیا ہے تو یہ بدعت لغویہ ہے، شرعیہ نہیں ہے۔ اور اسی میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نمازِ تراویح کے بارے میں فرمان ''نعمت البدعة هذه'' ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ان کانت هذه بدعة فنعمت البدعة'' (اگر

---

(۱) ۱۔ مالک، المؤطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰
۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱/۲۶۶

(۲) مبارکپوری، جامع الترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی، ۳:۳۷۸

یہ بدعت ہے تو یہ اچھی بدعت ہے) اور جمعہ کی پہلی اذان بھی اسی میں سے ہے جسے حضرت عثمان ﷛ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر شروع کیا تھا اور اسے حضرت علی المرتضی ﷛ نے قائم رکھا اور اسی پر مسلمانوں نے مداومت اختیار کی۔ حضرت ابن عمر ﷛ سے مروی ہے کہ آپ ﷛ نے فرمایا کہ وہ بدعت ہے کا شاید ان کا ارادہ بھی اس سے وہی تھا جو ان کے والد (حضرت عمر ﷛) کا نماز تراویح میں تھا (کہ باجماعت نماز تراویح ''نعمت البدعة'' ہے)۔''

(۴۱) مولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ)

مولانا شبیر احمد عثمانی ''فتح الملہم شرح صحیح مسلم'' میں حدیث ''کل بدعة ضلالة'' کی شرح کرتے ہوئے اقسام بدعت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

۵۰۔ قال علی القاری قال فی الازهار أی کل بدعة سیئة ضلالة لقوله علیه الصلوة والسلام (من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها)(۱) و جمع ابوبکر و عمر القرآن و کتبه زید فی المصحف و جُدد فی عهد عثمان ﷛ قال النووی البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق و فی الشرع إحداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ و قوله کل بدعة ضلالة(۲) عام

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوة، باب الحث علی الصدقہ، رقم: ۱۰۱۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقہ، رقم: ۲۵۵۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۷۴، مقدمہ، باب من سنّ سنة حسنة أو سیئة، رقم: ۲۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۳۳۰۸

(۲) ۱۔ ابوداود، السنن، ۴: ۲۰۰، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۴۹، رقم: ۶۲۴

مخصوص.(١)

"ملا علی قاریؒ الازہار میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "کل بدعۃ ضلالۃ" سے ہر بدعت سیئہ کا گمراہی ہونا مراد ہے اس پر حضور ﷺ کا یہ قول دلیل ہے کہ "من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها" جیسا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن کو جمع کیا حضرت زید بن ثابتؓ نے اسے مصحف میں لکھا اور عہد عثمانؓ میں اس کی تجدید کی گئی امام نووی فرماتے ہیں کہ بدعت ہر اُس عمل کو کہتے ہیں جس کو مثال سابق کے بغیر عمل میں لایا جائے اور اصطلاح شرع میں ہر وہ نیا کام جو عہد نبوی میں نہ ہوا ہو بدعت کہلاتا ہے اور حدیث کل بدعۃ ضلالۃ عام مخصوص ہے۔"

ائمہ ومحدثین کی طرف سے بدعت کی اس تقسیم کے بعد معلوم ہوا کہ اگر بدعت شریعت کے مستحسنات کے تحت آجائے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر مستقبحات کے تحت آجائے (یعنی مخالف دلیل ہو) تو بدعت سیئہ ہے اور اگر ان دونوں میں نہ آئے تو وہ بدعت مباحہ ہے۔

(۴۲) مولانا محمد زکریا کاندھلوی (المتوفی ۱۴۰۲ھ)

مولانا محمد زکریا کاندھلوی "أوجز المسالک إلی مؤطا مالک" میں "نعمت البدعة هذه" کے ذیل میں بدعت کا معنی ومفہوم اور تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۵۱۔ والبدعة الممنوعة تكون خلاف السنة، و هذا تصريح منه بأنه أول من جمع الناس في قيام رمضان على إمام واحد بالجماعة الكبرى، لأن البدعة ما ابتدأ بفعلها المبتدع، ولم يتقدمه غيره، و أراد بالبدعة: اجتماعهم على إمام واحد لا أصل التراويح أو

---

(١) عثمانی، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، ۲: ۴۰۶

الجماعة، فإنهم كانوا قبل ذلک یصلون أوزاعا لنفسه ومع الرهط.(۱)

''بدعتِ ممنوعہ خلاف سنت ہوتی ہے۔ اور یہ اس کی وضاحت میں سے ہے کیونکہ یہ (سیدنا عمر فاروق ﷺ) پہلے شخص تھے جنہوں نے قیام رمضان کے سلسلے میں بڑی جماعت کے لئے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔ کیونکہ بدعت وہ ہوتی ہے جس کی ابتداء کسی بدعتی نے کی ہو اور اس سے پہلے اس کے علاوہ کسی اور نے اس کا اجراء نہ کیا ہو پس اس حدیث میں بدعت سے مراد ایک امام کے پیچھے لوگوں کو مجتمع کرنا ہے نہ کہ نفسِ تراویح یا نفسِ جماعت کا آغاز کرنا کیونکہ صحابہ اس سے قبل الگ الگ یا گروہ کی شکل میں نماز پڑھا کرتے تھے۔''

(۴۳) الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (۱۴۲۱ھ)

عصرِ قریب میں مملکت سعودی عرب کے معروف مفتی شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نے سعودی حکومت کے شعبہ ''الافتاء والدعوہ والارشاد'' کے زیرِ اہتمام چھپنے والے اپنے فتاویٰ جات کے مجموعہ ''فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء'' میں بدعت حسنہ اور بدعت سیہ کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

۵۲۔ أولاً: قسم العلماء البدعة إلى بدعة دينية و بدعة دنيوية، فالبدعة في الدين هي: إحداث عبادة لم يشرعها الله سبحانه و تعالى وهي التي تراد في الحديث الذي ذكر وما في معناه من الأحاديث. و أما الدنيوية: فما غلب فيها جانب المصلحة على جانب المفسدة فهي جائزة وإلا فهي ممنوعة ومن أمثلة ذلک ما أحدث من أنواع السلاح والمراكب و نحو ذلک.

---

(۱) کاندھلوی، أوجز المسالک الی مؤطا مالک، ۲: ۲۹۷

ثالثاً: طبع القرآن و كتابته من وسائل حفظه و تعلمه و تعليمه و الوسائل لها حكم الغايات فيكون ذلك مشروعاً و ليس من البدع المنهي عنها؛ لأن الله سبحانه ضمن حفظ القرآن الكريم و هذا من وسائل حفظه. (١)

''علماء کرام نے بدعت کو بدعت دینیہ اور بدعت دنیویہ میں تقسیم کیا ہے، بدعت دینیہ یہ ہے کہ ایسی عبادت کو شروع کرنا جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشروع نہ کیا ہو اور یہی اس حدیث سے مراد ہے جو ذکر کی جا چکی ہے اور اس طرح کی دیگر احادیث سے بھی یہی مراد ہے اور دوسری بدعت دنیوی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس میں مصلحت والا پہلو فساد والے پہلو پر غالب ہو اور وہ جائز ہے اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی مصلحت والا پہلو فساد والے پہلو پر غالب نہ ہو) تو وہ ممنوع ہے۔ اس کی مثالوں میں مختلف اقسام کا اسلحہ سواریاں اور اس جیسی دیگر چیزیں بنانا اسی طرح قرآن پاک کی طباعت و کتابت اس کو حفظ کرنے، اسے سیکھنے اور سکھانے کے وسائل اور وہ وسائل جن کے لیے غایات (اھداف) کا حکم ہے پس یہ ساری چیزیں مشروع ہیں اور ممنوعہ بدعات میں سے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک کے حفظ کی ضمانت دی ہے اور یہ (سب اس کے) وسائل حفظ میں سے ہے۔''

ایک اور سوال کے جواب میں ابن باز بدعت دینیۃ اور بدعت عادیۃ کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

٥٣۔ البدعة تنقسم إلى بدعة دينية و بدعة عادية، فالعادية مثل كل ما جد من الصناعات والاختراعات والأصل فيها الجواز إلا ما دل دليل شرعي على منعه.

---

(١) ابن باز، فتاوىٰ اللجنۃ، ٢: ٣٢٥

أما البدعة الدينية فهي كل ما أحدث في الدين مضاهاة لتشريع الله. (۱)

''بدعت کو بدعت دینیہ اور بدعت عادیہ میں تقسیم کیا جاتا ہے پس بدعت عادیہ سے مراد ہر وہ نئی چیز جو کہ مصنوعات یا ایجادات میں سے ہو اور دراصل میں اس پر جواز کا حکم ہے سوائے اس چیز کے کہ جس کے منع پر کوئی شرعی دلیل آ چکی ہو اور پھر بدعت دینی یہ ہے کہ ہر نئی چیز جو دین میں ایجاد کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی شرع کے مشابہ ہو (یہ ناجائز ہے)۔''

بدعت کی لغوی تعریف کے بعد بدعت خیر اور بدعت شر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابن باز لکھتے ہیں:

۵۴۔ البدعة هي كل ما أحدث على غير مثال سابق، ثم منها ما يتعلق بالمعاملات و شؤون الدنيا كإختراع آلات النقل من طائرات و سيارات و قاطرات وأجهزة الكهرباء وأدوات الطهي والمكيفات التي تستعمل للتدفئة والتبريد وآلات الحرب من قنابل وغواصات و دبابات إلى غير ذلک مما يرجع إلى مصالح العباد في دنياهم فهذه في نفسها لا حرج فيها ولا إثم في إختراعها، أما بالنسبة للمقصد من اختراعها وما تستعمل فيه فإن قصد بها خير واستعين بها فيه فهي خير، وإن قصد بها شر من تخريب و تدمير وإفساد في الأرض واستعين بها في ذلک فهي شر و بلاء. (۲)

''ہر وہ چیز جو مثال سابق کے بغیر ایجاد کی جائے بدعت کہلاتی ہے۔ پھر ان میں سے جو چیزیں معاملات اور دنیاوی کاموں میں سے ہوں جیسے نقل وحمل

(۱) ابن باز، فتاویٰ اللجنۃ، ۳۲۹:۲

(۲) ابن باز، فتاویٰ اللجنۃ، ۳۳۱:۲

کے آلات میں سے جہاز، گاڑیاں، ریلوے انجن، بجلی کا سامان، صنعتی آلات اور ایئر کنڈیشنرز جو کہ ٹھنڈک اور حرارت کے لئے استعمال ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اور اسی طرح جنگی آلات میں سے ایٹم بم، آبدوزیں اور ٹینک یا اس جیسی دیگر چیزیں جن کو لوگ اپنی دنیاوی مصلحت کے پیش نظر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ فی نفسہ ان کی ایجادات میں نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کا حرج ہے مگر ان چیزوں کے مقصد ایجاد کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ اگر تو ان چیزوں کے استعمال کا مقصد خیر وسلامتی ہے تو ان چیزوں سے خیر کے معاملے میں مدد حاصل کی جا سکتی ہے تو یہ ایک بھلائی ہے اور اگر ان چیزوں کا مقصد ایجاد زمین میں شر، فساد، تخریب کاری اور تباہی ہے تو پھر ان چیزوں سے مدد حاصل کرنا تباہی و بربادی ہے اور یہ ایک شر اور بلاء ہے۔“

(۴۴) محمد بن علوی المالکی المکیؒ (۱۴۲۵ھ)

مکہ مکرمہ کے معروف عالم دین الشیخ السید محمد بن علوی المالکی الحسنیؒ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم کو لازمی قرار دیتے ہیں، لہٰذا وہ اپنی کتاب ”مفاہیم یجب أن تصحح“ میں بدعت کی تفصیلات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۵۵۔ أن روح الشريعة الإسلامية توجب علينا أن نميز بين أنواع البدعة و أن نقول: إن منها البدعة الحسنة و منها البدعة السيئة، وهذا ما يقتضيه العقل النير والنظر الثاقب.

وهذا ما حققه علماء الأصول من سلف هذه الأمة ﷺ كالإمام العز بن عبد السلام والنووی والسيوطي والمحلي وابن حجر.

ومن أمثلة ذلک هذا الحديث: كل بدعة ضلالة- فلا بد من القول: أن المراد بذلک البدعة السيئة التي لا تدخل تحت أصل شرعي.

وهذا التقييد وارد في غير هذا الحديث كحديث:
(لا صلاة لجار المسجد إلّا في المسجد) (١)
فهذا الحديث مع أنه يفيد الحصر في نفي صلاة جار المسجد إلّا أن عمومات الأحاديث تفيد تقييده بأن لا صلاة كاملة و كحديث: (لا صلاة بحضرة الطعام)(٢) قالوا: أى صلاة كاملة
وكحديث: (لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه)(٣)
قالوا: أي إيمانا كاملا
وكحديث: (والله لا يؤمن والله لا يؤمن والله لا يؤمن، قيل: من يا رسول الله؟ قال: من لم يأمن جاره بوائقه) (٤)

---

(١) ١۔ عبدالرزاق، المصنف، ١: ٤٩٧، رقم: ١٩١٥
٢۔ ازدی، مسند الربیع، ١: ١٠٨، رقم: ٢٥٦
٣۔ حاکم، المستدرک، ١: ٣٧٣، رقم: ٨٩٨
٤۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ١: ٣٩٤
(٢) ١۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد، باب کراہۃ الصلاۃ، ١: ٣٩٣، رقم: ٥٦٠
٢۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ٢: ٦٦، رقم: ٩٣٣
٣۔ بیہقی، السنن الکبری، ٣: ٧٣، رقم: ٤٨١٦
٤۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ٦: ٦
(٣) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب من الایمان، ١: ١٤، رقم: ١٣
٢۔ مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان، ١: ٦٨، رقم: ٤٥
٣۔ نسائی، السنن، کتاب الایمان، باب علامۃ الایمان، ٨: ١٥٥، رقم: ٥٠١٦
٤۔ ابن ماجہ، السنن، باب فی الایمان، ١: ٢٦، رقم: ٦٦
(٤) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب اثم من لا یامن جارہ، ٥: ٢٢٤٠، رقم: ٥٦٧٠
٢۔ حاکم، المستدرک، ١: ٥٣، رقم: ٢١
٣۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ٨: ١٦٩
٤۔ احمد بن حنبل، المسند، ٢: ٣٣٦، رقم: ٨٤١٣

وكحديث: (لا يدخل الجنة قتات)[1] (ولا يدخل الجنة قاطع رحم)[2] (و عاق لوالديه) [3]

فالعلماء قالوا: إنه لا يدخل دخولا أوليا أو لا يدخل إذا كان مستحلا لذلک الفعل.

الحاصل أنهم لم يجروه على ظاهره و إنما أولوه بأنواع التأويل.

وحديث البدعة هذا من هذا الباب فعمومات الأحاديث وأحوال الصحابة تفيد أن المقصود به البدعة السيئة التي لا تندرج تحت أصل كلي.

وفي الحديث: (من سن سنة حسنة كان له أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة) [4]

---

(١) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، ۵: ۲۲۵۰، رقم: ۵۷۰۹
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم النمیمۃ، ۱: ۱۰۱، رقم: ۱۰۵
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ، ۴: ۳۷۵، رقم: ۲۰۲۶
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۲۸، رقم: ۲۳۲۹۵

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب اثم القاطع، ۵: ۲۲۳۱، رقم: ۵۶۳۸
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلۃ، باب صلۃ الرحم، ۴: ۱۹۸۱، رقم: ۲۵۵۶
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۳۲، رقم: ۳۵۳۷

(۳) ا۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۴۵۳، رقم: ۱۳۸۵۹
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۱۹، رقم: ۲۳۳۵
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۱۹۱، رقم: ۷۸۴۳
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۷۵

(۴) ا۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ، رقم: ۱۰۱۷
۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ، رقم: ۲۵۵۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۷۴، مقدمۃ، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ، رقم: ۲۰۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

وفی الحدیث: (علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین) (۱)

و یقول عمر فی صلاة التراویح: نعمت البدعة هذه. (۲)

ینتقد بعضهم تقسیم البدعة إلی حسنة و سیئة، و ینکر علی من یقول ذلک اشد الإنکار، بل ومنهم من یرمیه بالفسق والضلال، و ذلک لمخالفة صریح قول الرسول ﷺ: [کل بدعة ضلالة] (۳) و هذا اللفظ صریح فی العموم و صریح فی وصف البدعة بالضلالة، ومن هنا تراه یقول: فهل یصح بعد قول المشرع صاحب الرسالة: أن کل بدعة ضلالة یأتی مجتهد أو فقیه مهما کانت رتبته فیقول: لا-لا- لیست کل بدعة ضلالة، بل بعضها ضلالة و بعضها حسنه و بعضها سیئة، و بهذا المدخل یغترّ کثیر من الناس فیصیح مع الصّائحین و ینکر مع المنکرین و یکثر سواد هؤلاء الذین لم یفهموا مقاصد الشریعة، ولم یذوقوا

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن،۴: ۲۰۰، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

(۲) ۱۔ مالک، الموطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح موطا مالک، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰
۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم الحکم، ۱: ۲۶۶

(۳) ۱۔ ابوداود، السنن،۴: ۲۰۰، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۴، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

روح الدّين الإسلامي.

ثم لا يلبث إلا يسيرا حتى يضطر إلى إيجاد مخرج يحل له المشاكل التي تصادمه، و يفسّر له الواقع الذي يعيشه، إنه يضطر إلى اللجوء إلى اختراع وسيلة أخرى، لولاها لما يستطيع أن يأكل ولا يشرب ولا يسكن، بل ولا يلبس ولا يتنفس ولا يتزوج ولا يتعامل مع نفسه ولا أهله ولا إخوانه ولا مجتمعه، هذه الوسيلة هي أن يقول باللفظ الصريح: إن البدعة تنقسم إلى بدعة دينية ودنيوية، يا سبحان الله لقد أجاز هذا المتلاعب لنفسه أن يخترع هذا التقسيم أو على الأقل أن يخترع هذه التسمية ولو سلّمنا أن هذا المعنى كان موجودا منذ عهد النبوة لكن هذا التسمية: دينية ودنيوية لم تكن موجودة قطعا في عهد التشريع النبوي فمن أين جاء هذا التقسيم؟ ومن أين جاء ت هذه التسمية المبتدعة؟ فمن قال: إن تقسيم البدعة إلى حسنة وسيئة لم يأت من الشارع نقول له: وكذا تقسيم البدعة إلى دينية غير مقبولة، و دنيوية مقبولة هو عين الابتداع والاختراع.

فالشارع يقول: (كل بدعة ضلالة) هكذا بالاطلاق، وهذا يقول: لا. لا ليست كل بدعة ضلالة بالاطلاق، بل إن البدعة تنقسم إلى قسمين: دينيه وهي الضلالة، ودنيوية وهي التي لا شئ فيها.

ولذا لا بد أن نوضح هنا مسألة مهمة وبها ينجلي كثير من الإشكال، ويزول اللبس إن شاء الله.

وهو أن المتكلم هنا هو الشارع الحكيم، فلسانه هو لسان الشرع، فلا بد من فهم كلامه على الميزان الشرعي الذي جاء به، وإذا علمت أن البدعة في الأصل هي: كل ما أحدث واخترع

على غير مثال فلا يغيب عن ذهنك أن الزيادة أو الإختراع المذموم هنا هو الزيادة فى أمر الدين ليصير من أمر الدين، والزيادة فى الشريعة ليأخذ صبغة الشريعة، فيصير شريعة متبعة منسوبة لصاحب الشريعة، وهذا هو الذى حذر منه سيدنا رسول الله ﷺ بقوله: (من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد)[1] فالحد الفاصل فى الموضوع هو قوله: (فى أمرنا هذا).

ولذلك فإن تقسيم البدعة إلى حسنة وسيئة فى مفهومنا ليس إلا للبدعة اللغوية التى هى مجرد الاختراع والاحداث، ولا نشك جميعا فى أن البدعة بالمعنى الشرعى ليست إلا ضلالة وفتنة مذمومة مردودة مبغوضة، ولو فهم أولئك المنكرون هذا المعنى لظهر لهم أن محل الاجتماع قريب موطن النزاع بعيد.

وزيادة فى التقريب بين الأفهام أرى أن منكرى التقسيم إنما ينكرون تقسيم البدعة الشرعية بدليل تقسيمهم البدعة إلى دينية ودنيويه، وإعتبارهم ذلك ضرورة.

وأن القائلين بالتقسيم إلى حسنة وسيئة يرون أن هذا إنما هو بالنسبة للبدعة اللغوية لأنهم يقولون: إن الزيادة فى الدين والشريعة ضلالة وسيئة كبيرة، ولا شك فى ذلك عندهم فالخلاف شكلى، غير أنى أرى أن إخواننا المنكرين لتقسيم البدعة إلى حسنة وسيئة، والقائلين بتقسيمها إلى دينية ودنيوية لم يحالفهم الحظ فى دقة التعبير،

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۴۳، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ، رقم: ۱۷۱۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمہ الکتاب، ۱: ۷، باب تعظیم حدیث رسول اللہ، رقم: ۱۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۷۰، رقم: ۲۶۳۷۲

وذلک لأنهم لما حکموا بأن البدعة الدينية ضلالة. وهذا حق. وحکموا بأن البدعة الدنيوية لا شيىء فيها قد أساؤا الحکم لأنهم بهذا قد حکموا على کل بدعة دنيوية بالإباحة، وفي هذا خطر عظيم، وتقع به فتنة ومصيبة، ولا بد حينئذ من تفصيل واجب و ضروری للقضية، وهو أن يقولوا: إن هذا البدعة الدنيوية منها ما هو خير و منها ما هو شر کما هو الواقع المشاهد الذی لا ينکره إلاَّ أعمى جاهل، وهذه الزيادة لا بد منها، ويکفی فی تحقيق هذا المعنى بدقة قول من قال: بأن البدعة تنقسم إلى حسنة وسيئة، و معلوم أن المراد بها اللغوية کما تقدم، وهی التی عبر عنها المنکرون بالدنيوية، وهذا القول فی غاية الدقة والإحتياط، وهو ينادی على کل جديد بالانضباط والإنصياع لحکم الشرع وقواعد الدين، ويُلزم المسلمين أن يعرضوا کل ما جدّ لهم و أحدث من أمورهم الدنيوية العامة والخاصة على الشريعة الإسلاميه ليری حکم الإسلام فيها مهما کانت تلک البدعة، وهذه لا يتحقق إلا بالتقسيم الرائع المعتبر عن أئمة الأصول.(۱)

’’شریعت اسلامیہ کی تعلیمات نے ہم پر لازم کیا ہے کہ ہم انواعِ بدعت میں تمیز وفرق سے کام لیں اور یہ کہیں کہ بعض بدعتِ حسنہ ہیں اور بعض بدعتِ سیئہ ہے، عقل اور نظر ثاقب بھی اسی کو چاہتی ہے۔ اس امت کے علماء سلف میں سے علماء اصول ﷫ نے اسی کو ثابت کیا ہے جیسا کہ امام عزالدین بن عبدالسلام وعلامہ نووی وسیوطی ومحلی وابنِ حجر رحمہم اللہ وغیرہ قائل ذکر ہیں۔

اس کی ایک مثال حدیث وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ اس سے

(۱) علوی المالکی، مفاھیم یجب ان تصحح: ۱۰۲-۱۰۶

مراد وہ بدعتِ سیئہ ہے جو اصلِ شرعی کے تحت داخل نہ ہو۔ یہ قید اور اس طرح کی دیگر قیودات دیگر احادیث میں بھی بکثرت وارد ہوئی ہیں جیسا کہ یہ حدیث مبارکہ لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلاَّ فِی الْمَسْجِدِ،مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد ہی میں ہوتی ہے۔ اس حدیث پاک میں حصر کے ساتھ مسجد کے پڑوسی کی نماز کی نفی وارد ہوئی مگر احادیث کثیرہ کے عموم سے یہ قید اس کے ساتھ مستفاد ہوتی ہے کہ لَا صَلٰوۃَ کَامِلَۃً نفی کمال کی ہے نہ اصل نماز کی اور جیسا کہ حدیثِ پاک ہے ''لاصلوۃَ بحضرۃ طَعَامٍ'' علماء کرام نے فرمایا اس میں بھی نفی کمال کی ہے بمعنی لا صَلٰوۃَ کَامِلَۃً اور تیسری حدیث پاک لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ اس میں بھی علماء کرام نے فرمایا کہ مراد لا یؤمنُ ایمانًا کاملاً نفی کمال کی ہے اور چوتھی روایت:

واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن واللہ لا یؤمن، قیل: من یا رسول اللہ؟ قال: من لم یأمن جارہ بوائقہ.

خدا کی قسم مومن نہیں خدا کی قسم مومن نہیں، خدا کی قسم مومن نہیں، عرض کیا گیا کہ کون یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کے ظلم سے مامون نہ ہو۔

اس میں بھی نفی کمال کی ہے اور پانچویں حدیث:

لا یدخل الجنة قتات ...... ولا یدخل الجنة قاطع رحم ...... و عاق لوالدیه ......

جنت میں چغل خوری کرنے والا داخل نہ ہوگا اور جنت میں قطع رحمی کرنے والا اور ماں باپ کا نافرمان داخل نہ ہوگا۔

علماء کرام نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لا یدخل دخولاً اوّلیاً یعنی دخول اولی کی نفی ہے۔ یا پھر یہ ہے کہ بالکل جنت میں داخل نہ ہوگا اگر ان افعال کو حلال سمجھ کر کرے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ علماء کرام نے ان احادیث کو ظاہر پر محمول نہیں کیا اور کسی نہ کسی قسم کی تاویل کی ہے اور کل بدعۃ ضلالۃ والی حدیث بھی اسی قبیل سے ہے۔ احادیث شریفہ کے عموم اور احوال صحابہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اس بدعت سے مراد بدعتِ سیئہ ہے جو کسی حاصلِ کلی کے تحت مندرج نہ ہو۔

اور ایک حدیث پاک میں تو یہ ارشاد فرمایا:

من سن سنة حسنة كان له أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة ولا ينقص من اجرها شيءٌ.

''جو شخص کوئی بھی اچھا طریقہ جاری کردے تو اس کو اس کا اجر و ثواب اور ان لوگوں کا اجر و ثواب ملے گا جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔''

اور دوسری حدیثِ پاک میں ہے:

عليكم بسنتي وسنة الخلفآءِ الرَّاشدينَ.

لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفاء راشدین ﷺ کی سنت کو۔

اور صلاۃ التراویح کے بارے میں حضرت عمر ﷺ فرماتے ہیں:

نعمت البدعة هذهِ

یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے

بعض لوگ بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کرنے پر تنقید کرتے ہیں اور اس کے قائلین پر بہت شدت سے رد کرتے ہیں بلکہ بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جو ان پر فسق اور گمراہی کے فتوے لگاتے ہیں اور یہ رد اس لئے کرتے ہیں کہ اس تقسیم سے رسول اللہ ﷺ کے صریح قول اور واضح ارشاد وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کی مخالفت ہوتی ہے جبکہ یہ قول صراحۃً ہر بدعت کو شامل ہے اور اس کی گمراہی

پر بھی صریح ہے۔ اسی وجہ سے تم ان کو یہ کہتا دیکھو گے کیا صاحب شریعت صاحب رسالت ﷺ کے اس فرمان کے بعد ہر بدعت گمراہی ہے کسی مجتہد یا فقیہ یا جو بھی اس کا رتبہ ہو یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے کہ نہیں نہیں ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ بعض بدعتیں گمراہی ہیں؟ بعض اچھی اور بعض بری ہیں۔

اور اس طرح کے اعتراضات کی وجہ سے بہت سے لوگ دھوکہ میں آجاتے ہیں اور وہ بھی ان معترضین کے ساتھ چیخ اٹھتے ہیں اور منکرین کے ساتھ وہ بھی انکار کر بیٹھتے ہیں چنانچہ ان لوگوں کی جماعت بڑھتی جاتی ہے جنہوں نے نہ مقاصدِ شرعیہ کو سمجھا اور نہ دین اسلام کی روح کو چکھا۔

پھر چند روز ہی گزرتے ہیں کہ یہی معترضین ایسی مشکل میں پڑجاتے ہیں جس سے بچنے کی راہ نکالنا ان کے لئے دشوار ہوتا ہے اور ان کی روزمرہ کی معیشت اس کی واضح دلیل ہے۔ لازماً وہ ایسے حیلہ کی پناہ لینے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ جس کے بغیر ان کے لئے کھانا پینا اور رہنا سہنا بلکہ لباس پہننا اور سانس لینا تک مشکل ہوجائے اور جس حیلہ کے بغیر نہ تو وہ ذاتی اور خانگی معاملات طے کرسکتے ہیں۔ اور نہ اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں سے کوئی معاملہ کرسکتے ہیں۔ اور وہ حیلہ یہ ہے کہ وہ واضح لفظوں میں کہہ اٹھتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعتِ دینیہ اور بدعتِ دنیویہ۔

ہائے اللہ ان کھلاڑیوں نے کیسے اپنے نفس کے لئے یہ تقسیم گھڑلی یا کم ازکم یہ نام کس طرح گھڑلیا۔ اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ چیزیں عہدِ رسالت میں موجود تھیں تو یہ بدعت کی تقسیم دینیہ اور دنیویہ کی تو عہدرسالت میں ہرگز موجود نہ تھی، تو پھر یہ تقسیم کہاں سے آگئی؟ اور یہ نو ایجاد بدعتی نام کہاں سے آگیا؟

لہٰذا جولوگ یہ کہتے ہیں کہ بدعت کو حسنہ اور سیئہ کی طرف منقسم کرنا شارع کی طرف سے نہیں ہے اس لئے غلط ہے تو ہم ان کو جواب میں کہتے ہیں کہ

بالکل اسی طرح بدعت کو ناپسندیدہ بدعت دینیہ اور پسندیدہ بدعتِ دنیویہ کی طرف منقسم کرنا بھی اختراع اور بدعت ہے۔ اس لئے کہ شارع ﷺ تو علی الاطلاق فرماتے ہیں کہ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں نہیں، ہر بدعت مطلقاً گمراہی نہیں بلکہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعتِ دینیہ اور وہ گمراہی ہے اور بدعتِ دنیویہ جس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم ایک اہم مسئلہ کی وضاحت کردیں جس کی روشنی میں بہت سے اشکالات حل ہوجائیں گے اور بہت سے شبہات دور ہوجائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ یہاں كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے قول کے متکلم شارع حکیم ہیں۔ان کا فرمان شرعی فرمان ہے اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے فرمان کو انہی کے لائے ہوئے شرعی میزان میں پرکھا جائے۔ اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ بدعت اصلاً ہر نو پیداوار اور نو ایجاد چیز کو کہا جاتا ہے تو تمہارے ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہیے کہ زیادتی اور نئی ایجاد وہ ممنوع ہے جو زیادتی دین میں کی جائے اور دینی چیز قرار دینے کے لئے ہو اور شریعت میں شرعی رنگ دینے کے لئے کی جائے۔ تاکہ وہ زیادتی قابل اتباع شرعی چیز بن کر صاحب شریعت ﷺ کی طرف منسوب ہوجائے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس سے ہمارے آقا اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قول کے ذریعہ ڈرایا ہے کہ:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد

جو ہمارے اس دین میں ایسی بات ایجاد کرے جو درحقیقت دین سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

اس لئے اس موضوع میں حدِ فاصل آپ کا یہ قول "فی امرنا ھذا" ہے اور اسی لئے ہمارے نزدیک بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کی طرف کرنا صرف اور صرف لغوی اعتبار سے ہے (اور بدعتِ لغوی کا مفہوم نو پیداور نو ایجاد ہے)

بلاشبہ ہم بدعت کے شرعی مفہوم کے اعتبار سے معترضین کے ساتھ متفق ہیں کہ وہ بدعت گمراہی اور فتنہ ہے، جو مذموم، مردود اور انتہائی ناپسندیدہ ہے اور اگر معترضین اس حقیقت کو سمجھ لیتے تو ان پر خود روشن ہوجاتا کہ ہمارا آپس میں تقریباً اتفاق ہی ہے اور جھگڑنے والی کوئی بات نہیں۔

اور میرے ذہن میں ایک اور بات بھی ہے جس سے دونوں قسم کی فکریں ایک معلوم ہوتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جو لوگ بدعت کی تقسیم کے منکر ہیں وہ صرف بدعتِ شرعیہ کی تقسیم کا انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے خود ہی بدعت کو دینیہ اور دنیویہ کی طرف منقسم کردیا ہے اور اس پر اعتبار کرنا ان کی ضرورت ہے۔

اور جو لوگ بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کی طرف کرتے ہیں وہ بدعت لغویہ کے اعتبار کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ بھی تو کہنا ہے کہ دین اور شریعت میں زیادتی کرنا گمراہی اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اور یہ بات ان کے نزدیک بلاشبہ ثابت ہے اس لئے یہ ایک صوری اختلاف ہے (حقیقۃً نہیں)۔

اگرچہ میرے خیال میں ہمارے بھائی بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کرنے کے منکر ہیں اور بدعت کو دینیہ اور دنیویہ پر تقسیم کرتے ہیں ان کی بات زیادہ باریک بینی اور احتیاط پر مبنی نہیں، کیونکہ جب انہوں نے بدعتِ دینیہ کو گمراہی کہا (اور یہ بات حق بھی ہے) اور بدعتِ دنیویہ پر یہ حکم لگایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تو ان کی یہ بات کوئی اچھی نہیں کیونکہ اس طرح تو انہوں نے ہر بدعت دنیویہ کو مباح کہہ دیا جب کہ اس میں بہت عظیم خطرہ ہے اور اس سے تو بڑا فتنہ اور مصیبت واقع ہوسکتی ہے جس کی بناء پر بہت ضروری ہوا کہ اس قضیہ کے ساتھ یہ تفصیل بھی وہ بیان کریں کہ ''بدعتِ دنیویہ میں بھی بعض امور خیر ہیں اور بعض امور شر ہیں۔ کوئی اندھا اور جاہل ہوگا جو ان امورِ شر کا نظارہ نہ کرتا ہو اس لئے اس تفصیل کا بیان بہت ضروری ہوا۔

اور جو لوگ بدعت کو حسنہ اور سیئہ پر منقسم کرتے ہیں اور یہ بات متحقق ہے کہ ان کی مراد اس سے بدعتِ لغویہ ہے جیسا کہ پہلے (کلام) گزر چکا ہے (اور اس

تقسیم کے منکرین اسی کو بدعتِ دنیویہ سے تعبیر کرتے ہیں) ان لوگوں نے اس مفہوم کو بہت مختصراً اور دقیق انداز میں بیان کیا ہے اور ان کا یہ قول انتہائی باریک بینی اور احتیاط پر مبنی ہے۔ اور یہ قول ہر نو ایجاد چیز کو شرعی احکام اور دینی قواعد کا پابند کر رہا ہے اور تمام مسلمین پر یہ لازم کر رہا ہے کہ ان کے سامنے جب بھی کوئی بدعت آئے اور کسی بھی نو ایجاد چیز سے ان کو واسطہ پڑے عموماً دنیاوی امور میں اور خصوصاً شرعی امور میں تو وہ اس میں شرعی حکم معلوم کریں اور یہ مفہوم جب ہی ہوگا کہ بدعت کو ائمہ اصول کے قول کے مطابق عمدہ اور معتبر طور پر تقسیم کیا جائے۔

مآخذ ومراجع

۱۔ القرآن الحکیم۔

۲۔ آلوسی، امام شہاب الدین سید محمود آلوسی البغدادی (۱۲۷۰ھ)۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم۔ ملتان، پاکستان: مکتبہ امدادیہ۔

۳۔ ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔ ۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔ ۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۴۔ ابن اثیر، امام مجد الدین ابو السعادات بن محمد الجزری (۵۴۴۔۶۰۶ھ)۔ النهایة فی غریب الحدیث والاثر۔ قم، ایران: مؤسسۃ اسماعیلیان، ۱۳۶۴ھ۔

۵۔ ابن باز، عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، (۱۴۲۱ھ)۔ فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء۔ الریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۱۲ھ۔

۶۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔ ۱۳۲۸ء)۔ منهاج السنة۔ مصر: مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق۔

۷۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔ ۱۳۲۸ء)۔ کتب ورسائل وفتاوی ابن تیمیہ فی الفقہ۔ مکتبۃ ابن تیمیہ۔

۸۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۹۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ فیصل آباد، پاکستان: ضیاء السنہ ادارۃ الترجمہ والتعریف، ۱۴۰۴ھ۔

۱۰۔ ابن حجر مکی، الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی (۹۰۹۔۹۷۴ھ)۔ الفتاوی

الحدیثیہ۔ القاہرہ، مصر: مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۷ء۔

۱۱۔ ابن خزیمہ، ابوبکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۱۲۔ ابن رجب حنبلی، زین الدین ابو الفرج عبدالرحمان بن شہاب الدین بن احمد بن رجب الحنبلی (۷۹۵ھ)۔ جامع العلوم والحکم۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

۱۳۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ التمہید۔ مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۱۴۔ ابن عبدالسلام، امام عزالدین بن عبدالسلام السلمی الشافعی (۵۷۷۔۶۶۰ھ/ ۱۱۸۱۔ ۱۲۶۲ء)۔ قواعدالاحکام فی اصلاح الانام۔ بیروت، لبنان: ناشردارالکتب العلمیۃ۔

۱۵۔ ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر الشافعی (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔ ۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۶۔ ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۷۔ ابن منظور افریقی، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری الافریقی (۷۱۱ھ)۔ لسان العرب۔ بیروت، لبنان: دارصادر۔

۱۸۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۹۔ ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۲۰۔ ابویعلی، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۲۱۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۲۲۔ ازدی، ربیع بن حبیب بن عمر بصری ( )۔ الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب۔ بیروت، لبنان، دار الحکمۃ، ۱۳۱۵ھ۔

۲۳۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۲۴۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

۲۵۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ المدخل الی السنن الکبریٰ۔ الکویت: دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ۔

۲۶۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الایمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۷۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۸۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ الاعتقاد۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدید، ۱۴۰۱ھ۔

۲۹۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک الترمذی السلمی (۲۱۰۔ ۲۷۹ھ/۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۰۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت۔ لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱/۱۹۹۰ء۔

۳۱۔ حصکفی، علامہ الشیخ علاء الدین الحصکفی (۱۰۸۸ھ۔۱۶۷۷ء)۔ در مختار علی هامش

اردو۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۳۲۔ دارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ السنن الدارمی۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۳۔ دار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۳۴۔ دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الھمدانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔ ۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بماثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۵۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذھبی ابو عبداللہ (۶۷۳۔ ۷۴۸ھ)۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔

۳۶۔ زبیدی، امام محب الدین ابو فیض السید محمد مرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ/۱۷۳۲-۱۷۹۱ء)۔ تاج العروس من جواھر القاموس۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۴ء/ ۱۴۱۴ھ۔

۳۷۔ زرکشی، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی (۷۹۴ھ)۔ المنثور فی القواعد۔

۳۸۔ زرقانی، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۳۹۔ سخاوی، الشیخ شمس الدین محمد عبد الرحمٰن السخاوی (۹۰۲ھ)۔ القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء۔

۴۰۔ سخاوی، الشیخ شمس الدین محمد عبد الرحمٰن السخاوی (۹۰۲ھ)۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۴۱۔ سہارنپوری، احمد علی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ)۔ حاشیہ بخاری۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء۔

۴۲۔ سیوطی، امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السیوطی، (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ شرح سنن ابن ماجہ۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۴۳۔ سیوطی، امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السیوطی، (۸۴۹-۹۱۱ھ / ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج۔ بیروت، لبنان: شرکۃ دار الارقم بن ابی الارقم۔

۴۴۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ الحاوی للفتاوی۔ لائلپور، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۴۵۔ سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ تنویر الحوالک شرح مؤطا مالک۔ مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء۔

۴۶۔ شاطبی، علامۃ المحقق ابو اسحاق بن ابراہیم بن موسیٰ بن محمد اللخمی الشاطبی الغرناطی (۷۹۰ھ)۔ الاعتصام۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۴۷۔ شامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی (۱۲۴۴ھ۔ ۱۳۰۶ھ)۔ رد المحتار علی در المختار۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۴۸۔ شبیر احمد عثمانی، (۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۹ء)۔ فتح الملہم بشرح صحیح مسلم۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔

۴۹۔ شربینی، الشیخ محمد الشربینی الخطیب، (۹۷۷ھ)۔ مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنھاج۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۵۰۔ شروانی، الشیخ عبد الحمید الشروانی ( )۔ حواشی الشروانی۔ دار صادر۔

۵۱۔ شعرانی، ابو العران عبدالوھاب بن احمد بن علی ال الشافعی المصری المعروف

باشعرانی، (۸۹۸۔۹۷۳ھ)۔ الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔
۵۲۔ شمس الحق، محمد شمس الحق العظیم آبادی ابو الطیب (۱۳۲۹ھ)۔ عون المعبود شرح سنن أبي داود۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵
۵۳۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد الشوکانی (۱۱۷۳۔۱۲۵۵ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔
۵۴۔ صالحی، امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی(۹۴۲ھ)۔ سبل الھدی و الرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔
۵۵۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ مسند الشامیین۔ بیروت، لبنان: موسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔
۵۶۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر، موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ۔
۵۷۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الاوسط۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔
۵۸۔ طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔ ۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔
۵۹۔ طیالسی، ابو داود سلیمان بن داود جارود الطیالسی (۱۳۳۔۲۰۴ھ/۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔
۶۰۔ عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔
۶۱۔ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ اشعۃ اللمعات۔ سکھر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء۔

۶۲۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی ابوالفضل العسقلانی الشافعی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۶۳۔ علوی المالکی، السید محمد بن علوی المالکی الحسنی، (۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)، مفاهیم یجب ان تصحح، ابوظہبی: دار الفجر، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۶۴۔ عینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن حسین بن یوسف بن محمود العینی (۷۶۲۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۶۵۔ غزالی، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ احیاء علوم الدین۔ مصر: مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء۔

۶۶۔ قرافی، علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن الصنہاجی المشہور بالقرافی (۶۸۴ھ)۔ انوار البروق فی انوار لفروق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۶۷۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن فرح اُموی القرطبی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ الجامع لاحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۲ھ۔

۶۸۔ قسطلانی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی (۹۲۳ھ)۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری۔ مصر: دار الفکر، ۱۳۰۴ھ۔

۶۹۔ قضاعی، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۴۵۴ھ/ ۱۰۶۲ء)۔ مسند الشہاب۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۷۰۔ کاندھلوی، محمد زکریا الکاندھلوی (۱۳۵۱ھ/ ۱۴۰۲ھ)۔ اوجز المسالک الی موطا مالک۔ ملتان، پاکستان: ادارہ تالیفات اشرفیہ۔

۷۱۔ کرمانی، علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی (۷۹۶ھ)۔الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۵۶ھ / ۱۹۷۳ء۔

۷۲۔ مالک، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث الاصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ھ)۔ المؤطا۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۷۳۔ مبارکپوری، محمد عبدالرحمان بن عبدالرحیم ابوالعلا المبارکپوری (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)۔ تحفۃ الاحوذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۷۴۔ مسلم، الامام ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری (۲۰۶۔۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔ ۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۵۔ مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی (۹۵۲۔ ۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۷۶۔ منذری، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ الترغیب و الترھیب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۷۷۔ ملا علی قاری، ابوالحسن نور الدین علی بن سلطان محمد القاری (۱۰۱۴ھ)۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ ملتان، پاکستان: مکتبہ امدادیہ ۱۳۹۰ھ۔

۷۸۔ نسائی، احمد بن شعیب ابوعبدالرحمٰن النسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۷۹۔ نووی، الشیخ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری النووی (۶۳۱۔۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ تھذیب الأسماء واللغات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۸۰۔ نووی، الشیخ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری النووی (۶۳۱۔۶۷۷ھ/

۱۲۳۳_۱۲۷۸)۔ شرح النووی علی صحیح مسلم۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء۔

۸۱۔ وادیاشی، عمر بن علی بن احمد الوادیاشی الاندلسی (۷۲۳_۸۰۴ھ)۔ تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المنہاج۔ مکۃ المکرمۃ، دار حراء، ۱۴۰۶ھ۔

۸۲۔ وحید الزمان، (۱۳۲۷ھ)۔ ہدیۃ المہدی۔ فیصل آباد، پاکستان: چشتی کتب خانہ، ۱۹۸۷ء۔

۸۳۔ وشتانی، امام ابو عبد اللہ محمد خلفۃ الوشتانی (۸۲۷ھ او ۸۲۸ھ)۔ إکمال إکمال المعلم شرح صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۸۴۔ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی (۷۳۵_۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵_۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

اگر ہر نیا کام جو عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہدِ صحابہ میں متداول اور معمول بہ نہ تھا محض اپنے نئے ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار پائے تو تعلیماتِ دین اور فقہِ اسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آجائے گا اور اجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، استصحاب، استدلال اور استنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم وفنون مثلاً اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث، فقہ و اُصولِ فقہ، ان کی تدوین، ان کو سمجھنے کے لئے صرف ونحو، بلاغت و معانی، منطق و فلسفہ اور دیگر معاشرتی و معاشی علوم جو فہمِ دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا بھی حرام قرار پائے گا کیونکہ یہ سب علوم وفنون اپنی موجودہ شکل میں نہ عہدِ رسالت میں موجود تھے نہ ہی عہدِ صحابہ کرام میں، انہیں تو بعد میں ضرورت کے پیشِ نظر وضع اور مرتب کیا گیا۔ یہ تمام علوم وفنون اپنی ہیئت، اُصول، اصطلاحات، تعریفات اور قواعد و ضوابط کے اعتبار سے نئے ہیں اس لئے بلاشک وشبہ بدعتِ لغوی کے زمرے میں آتے ہیں۔

اکابر ائمہ اسلام نے کتاب وسنت اور آثارِ صحابہ کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی بلکہ صرف وہ بدعت ناجائز ہوتی ہے جس کی کوئی اصل، مثال یا نظیر کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اور وہ شریعت کے کسی حکم کے واضح طور پر مخالف اور متضاد ہو۔ لیکن اس کے برعکس جو نیا کام احکامِ شریعت کے خلاف نہ ہو بلکہ ایسے اُمور میں داخل ہو جو اصلاً حسنات وخیرات اور صالحات کے زمرے میں آتے ہیں تو ایسے جملہ نئے کام محض لغوی اعتبار سے ''بدعت'' کہلائیں گے کیونکہ 'بدعت' کا لغوی معنی ہی ''نیا کام'' ہے ورنہ وہ شرعاً نہ تو بدعت ہوں گے اور نہ ہی مذموم اور باعث ضلالت ہوں گے بلکہ وہ مبنی بر خیر ''امورِ حسنہ'' تصور ہوں گے۔